إن الدين عند الله الإسلام

ترجمانِ اسلام

ہفت روزہ — لاہور

جاری کردہ بحکم شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

اننا نعاهد الله

نرى اسرائيل وهى تشترى الاسلحة من كل مكان وتأخذ الاسلحة من كل مكان وحينما تعطى الولايات المتحدة الامريكية احدث طائراتها الى اسرائيل فأنما هى تعنى بذلك ان تمكن اسرائيل من الارض العربية وان تمكن اسرائيل من تحقيق غاياتها التوسعية ـــــ ولكننا نتعهد باننا لن نقبل هذا ابدا .... اننا نعاهد الله اننا سنعمل بكل قوتنا و بكل دمائنا من اجل تحرير الارض العربية لن نتنازل عن جزء منها ايها الاخوة .... حينما تعطى الولايات المتحدة الامريكية احدث الطائرات وحينما تعرض مشروعاتها التى تنص على ان القدس ستنضم الى اسرائيل نقول لها...... ابدا لن نقبل هذا ان الامة العربية ستسير فى الطريق الصحيح ستسير فى طريق الغداء ـــــ اننا اليوم نشعر بقوتنا و بعزيمتنا و بتصميمنا ولن نقبل ابدا الى حل يجعلنا نستسلم فى اى جزء من اراضينا لن نقبل الا عودة حقوق شعب فلسطين۔

الرئيس
جمال عبد الناصر
تغمده الله بغفرانه

زیر نگرانی
قائد جمعیت مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود مدظلہ

سرپرست
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

ایڈیٹر
زاہد الراشدی

قیمت ۵۰ پیسے

یکے از مطبوعات جمعیۃ علماءِ اسلام پاکستان مرکزی دفتر چوک رنگ محل

قال الله تبارك وتعالى

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ
فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ
آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ــــــ (آل عمران)

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَالْإِنْجِيْلَ وَمَا
أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ
وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ
وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ (المائدة)

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا
الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى أَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ
أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ
فَإِنَّهٗ مِنْهُمْ إِنَّ اللهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظّٰلِمِيْنَ ــــــ (المائدة)

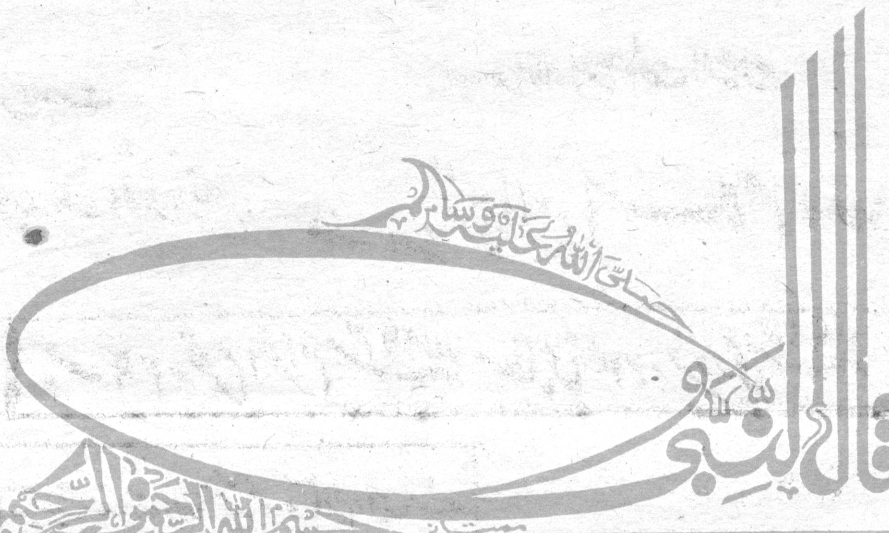
وَأَطِيْعُوا اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا
فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا
إِنَّ اللهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ــــــ (الانفال)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ
حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ
الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيْرًا ــــــ (الاحزاب)

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ
فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَ الَّذِيْنَ
لَا يَعْلَمُوْنَ

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللهُ فَأُولٰٓئِكَ
هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ــــــ (المائدة)

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ
مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ
سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى
وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا
ــــــ (النساء)



عن مالك بن انس رحمه الله تعالى مرسلا قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تركت فيكم امرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله و سنة رسوله ــــــ (رواه فى الموطا)

عن عبد الله بن عمرو رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يؤمن احدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به ــــــ (قال النووى فى اربعينه هذا حديث صحيح)

عن ابي هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من راع يسترعى رعية إلا سئل يوم القيامة أقام فيها أمر الله أم أضاعه ــــــ (رواه الطبرانى فى الاوسط)

عن عبد الله بن عمر رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا ضن الناس بالدينار والدرهم وتبايعوا بالعينة واتبعوا اذناب البقر وتركوا الجهاد فى سبيل الله ادخل الله تعالى عليهم ذلا لا يرفعه عنهم حتى يراجعوا دينهم ــــــ (رواه احمد وابو داؤد)

عن ابي هريرة رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان امراءكم خياركم واغنياءكم سمحاءكم واموركم شورى بينكم فظهر الارض خير لكم من بطنها واذا كان امراءكم شراركم واغنياءكم بخلاءكم واموركم الى نساءكم فبطن الارض خير لكم من ظهرها ــــــ (رواه الترمذى)

عن ثوبان رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوشك الامم ان تداعى عليكم كما تداعى الاكلة الى قصعتها فقال قائل ومن قلة نحن يومئذ قال بل انتم يومئذ كثير ولكنكم غثاء كغثاء السيل ولينزعن الله من صدور عدوكم المهابة منكم وليقذفن الله فى قلوبكم الوهن فقال قائل يا رسول الله وما الوهن قال حب الدنيا وكراهية الموت ــــــ (رواه ابو داؤد)

عن عبد الله بن عمر رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لم تظهر الفاحشة فى قوم قط حتى يعلنوها الا ظهر فيهم الطاعون والاوجاع التى لم تكن مضت فى اسلافهم ولم ينقصوا المكيال والميزان الا اخذوا بالسنين وشدة المؤنة وجور السلطان ولم يمنعوا الزكوٰة الا منعوا القطر من السماء ولولا البهائم لم يمطروا ولم ينقضوا عهد الله وعهد رسوله الا سلط الله عليهم عدوهم من غيرهم واخذوا بعض ما كان فى ايديهم ومالم يحكم ائمتهم بكتاب الله الا القى الله بأسهم بينهم ــــــ (رواه الحاكم وقال الذهبى صحيح)

عن سهل بن سعد الساعدى رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بدأ الاسلام غريبا وسيعود غريبا كما بدأ فطوبى للغرباء قالوا يا رسول الله ومن الغرباء ؟ قال الذين يصلحون عند فساد الناس ــــــ (رواه الطبرانى فى الثلاثة ورجاله رجال الصحيح)

عن معاذ بن جبل رضى الله عنه ان رسول الله لما بعثه الى اليمن قال كيف تقضى اذا عرض لك قضاء قال اقضى بكتاب الله قال فان لم تجد فى كتاب الله قال فبسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فان لم تجد فى سنة رسول الله قال اجتهد رائى ولا آلو فضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم على صدره وقال الحمد لله الذى وفق رسول رسول الله لما يرضى به رسول الله (رواه الترمذى وابوداؤد)

عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال من كان مستنا فليستن بمن قد مات فان الحى لا تؤمن عليه الفتنة اولئك اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم كانوا افضل هذه الامة ابرها قلوبا واعمقها علما واقلها تكلفا اختارهم الله لصحبة نبيه ولاقامة دينه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوهم على اثرهم وتمسكوا بما استطعتم من اخلاقهم وسيرهم فانهم كانوا على الهدى المستقيم ــــــ (رواه رزين)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرپرست
حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر
زاہد الراشدی

ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور

جلد ۱۷ | جمعہ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۷۴ء ۔ قیمت ۵۰/ پیسے | شمارہ ۷

قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ایم این اے

مسلم سربراہ کانفرنس کا انعقاد

ملّتِ اسلامیہ کے لئے نیک شگون ہے

لاہور میں اسلامی سربراہ کانفرنس کا انعقاد پاکستان کے مسلمانوں کے لئے انتہائی اعزاز و سعادت کا باعث ہے۔

میں پاکستان کے مسلمانوں کی طرف سے اسلامی سربراہ کانفرنس کے انعقاد کا خیر مقدم کرتا ہوں اور کانفرنس میں شرکت کے لئے آنے والے تمام مسلمان زعماء و وفود کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

اسلامی اتحاد کا یہ مظاہرہ یقیناً مستقبل کے نیک شگون کی نشاندہی کرتا ہے۔

اس قسم کا اتحاد میری جماعت، جمعیۃ علماء اسلام کا اول دن سے نصب العین اور مقصود رہا ہے۔ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی وہ قدیم جماعت ہے، جس کے اکابر و اسلاف برصغیر پاک و ہند میں اسلامی اتحاد کے ہمیشہ سے نقیب رہے ہیں۔ اور انہوں نے برطانوی غلبہ و استیلاء کے خلاف اسی مقصد کے حصول کے لئے مسلسل جہاد جاری رکھا تھا۔

جمعیۃ علماء اسلام مسلمان ملکوں پر سامراجی اور مغربی تسلط کی ہمیشہ مخالفت کرتی رہی ہے۔ اور عرب سرزمین پر صیہونیت کے غلبہ کے خلاف برابر آواز بلند کرتی رہی ہے۔

جمعیۃ علماء اسلام نے اسرائیلی جارحیت کی ہمیشہ مذمت کی ہے اور پاکستان کے مسلمانوں کو عرب کاز کی حمایت کے لئے ہر وقت آمادہ کیا ہے۔

۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۷ء کی اسرائیلی جارحیتوں کے موقعہ پر جمعیۃ علماء نے زبردست مہم چلا کر پاکستان میں اسرائیل اور اس کے حامیوں کے پروپیگنڈہ کو ناکام بنایا ہے۔

اکتوبر ۱۹۷۳ء کی حالیہ عرب اسرائیل جنگ کے موقعہ پر بھی جمعیۃ علماء اسلام نے پورے جوش و خروش کے ساتھ عرب کاز کے لئے مہم چلائی۔

اور آج بھی وہ اپنے پورے وسائل کے ساتھ اسرائیل کے خلاف عربوں کے مقاصد کی حمایت میں سرگرم ہے۔

عرب اتحاد اور اسلامی اتحاد، جمعیۃ علماء اسلام کی اور پاکستان کے مسلمانوں کی سب سے بڑی آرزو ہے۔

اسی آرزو سے سرشار ہو کر جمعیۃ علماء اسلام لاہور میں منعقد ہونے والی اس سربراہ کانفرنس کی کامیابی کی خواہشمند ہے۔

تعلیمی پریس میں چھپا اور مولانا عبید اللہ انور نے شیرانوالہ لاہور سے شائع کیا

طفیل ہاشمی — لاہور
ایم۔اے گولڈمیڈلسٹ۔ ایم۔او۔ایل

آئینۂ ایام میں آپ اپنی ادا دیکھ

ملت اسلامیہ کی اساس وحدتِ فکر وعمل ہے رنگ، نسل، زبان یا تاریخی وجغرافیائی عوامل اتحاد ملت میں دراندازی نہیں کر سکتے۔ اس اتحاد کی بنیاد "انما المومنون اخوۃ" کے تاریخ ساز اصول اور مواخاتِ مدینہ کے انقلاب آفرین عمل پر ہے۔ اسلام، قبائل و شعوب کی تقسیم کو تسلیم کرنے کے باوجود اسے وجہ تعارف قرار دیتا ہے موجب شرف وکرامت نہیں۔ انہی تعلیمات کی روشنی میں اسلام نے ایک ایسا معاشرہ تشکیل کیا تھا جس میں کالے اور گورے کی تمیز، عجمی اور عربی کا اختلاف شرقی اور غربی کا تفاوت اور تمام خاندانی، نسلی، قومی امتیازات ختم کرکے ہر مسلمان کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت کی ضمانت دی گئی تھی۔

عہد رسالت مآب سے لیکر عہدِ بنو عباس تک یہ اتحاد قائم رہا۔ اگرچہ بنو امیہ کے عہد کے آخری ایام میں سپین میں ایک الگ اسلامی حکومت قائم ہوگئی تھی جو قریباً آٹھ سال پوری شان وشوکت سے ظلمت کدۂ یورپ کو اپنی تابانیوں اور درخشندگیوں سے منور کرتی رہی۔ لیکن ان دو اسلامی حکومتوں میں باہمی اختلاف پیدا نہیں ہوا اور ایک سلطنت سے دوسری سلطنت میں جانے پر کوئی قدغن نہ تھی۔ ان دو سلطنتوں کی اجتماعی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ دنیا کے دو تہائی حصہ پر مسلمانوں کی حکمرانی تھی بلکہ جنوبی فرانس کے ایک محاذ پر اگر ایک جھوٹی افواہ کی بناء پر مسلمانوں میں بھگدڑ نہ مچ جاتی تو پورے کرۂ ارضی پر صرف مسلمانوں کی حکومت ہوتی۔

لیکن احساس عظمت، وسعت مملکت، آرام طلبی اور عیش کوشی کے باعث مسلم سربراہوں کی گرفت مفتوحہ علاقوں پر کمزور ہوتی گئی۔ مرکز کے کمزور ہوتے ہی دور افتادہ صوبوں نے خود مختاری کی راہ اختیار کی اور یہ عظیم اسلامی سلطنتیں کھوکھلی ہوگئیں۔ چنانچہ جب بغداد میں تاتاریوں (۱۲۵۹ء) اور سپین میں عیسائیوں (۱۴۹۲ء) کا سیلاب آیا تو قصر الخلافۃ کے مخملیں پردے اور قصر الحمراء کی باندیوں کے رس بھرے نغمے اس کے سامنے بند نہ باندھ سکے۔ نتیجتہً عالم اسلام لخت لخت ہوگیا۔

سقوط بغداد کے بعد خلافت کا تابوت کچھ عرصہ مصر میں رہا۔ ۱۵۱۷ء میں خلافت کا ادارہ عثمانیوں کی طرف منتقل ہوگیا۔ پورے چار سو سال تک انہوں نے انتہائی خوش اسلوبی سے پورے عالم اسلام کا تحفظ کیا اور حرمین شریفین سے وابستگی اور خدمتِ اسلام میں قابل تقلید نمونہ عمل پیش کیا۔

اٹھارھویں اور انیسویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کے کمزور ہوجانے اور اقوام مغرب کے غالب آجانے کے باعث مسلمان حکومتیں تیزی سے مٹنا شروع ہوگئیں۔ سمندروں پر انگریزوں، فرانسیسیوں، ڈچوں اور پرتگیزوں کی عملداری ہوگئی۔ ہندوستان پر انگریز، انڈونیشیا پر ڈچ قابض ہوگئے اور افریقہ کو مختلف اقوام نے حسب توفیق تقسیم کرلیا ان ممالک کو اپنی اپنی کالونیاں بناکر یہاں سے تمام دولت کھینچ کرلے گئے۔ لے دے کر ایک دولت عثمانیہ رہ گئی تھی۔ جو مسلمانوں کی عظمت رفتہ کے آثار باقیہ میں تھی اسے "مشرقی مسئلہ" کا نام دیا گیا اور برطانیہ، فرانس اور روس نے مل کر اسے تہہ وبالا کرنے کا منصوبہ بنایا۔ مسلمانوں کی بساط اقتدار کو الٹنے کے لئے تمام سامراجی طاقتیں سرگرم عمل تھیں۔ ترک وعرب کے درمیان مستقل نفرت کا بیج بویا جارہا تھا۔ بیرونی سازشوں اور اندرونی ریشہ دوانیوں نے مسلم برادری کے اتحاد کو سبوتاژ کرنا شروع کردیا۔ چنانچہ اس امر کو محسوس کرتے ہوئے کئی ایک مسلم راہنماؤں نے تسبیح کے ان گرتے ہوئے دانوں کو از سر نو پرونے کی کوشش کی۔ سید جمال الدین افغانیؒ نے انیسویں صدی کے نصف آخر میں ایران، ترکیہ مصر اور ہندوستان میں استقلال وطن کی ہر تحریک کو آگے بڑھانے کی کوشش کی۔ ان کا نقطۂ نظر شاہ ولی اللہؒ کے سیاسی فکر سے مستفاد تھا کہ کسی قوم میں انقلاب برپا کرنے کے لئے اس کا سیاسی ڈھانچہ تبدیل کرنا ہوگا۔ چنانچہ وہ جہاں جاتے انقلاب کا بیج بو دیتے۔ حضرت شیخ الہندؒ، مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ سید حسین احمد مدنیؒ۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا محمد علی جوہرؒ نے استحکام خلافت اور اتحاد عالم اسلام کے شجرۂ طیبہ کو اپنے خونِ جگر سے سینچا اور علامہ اقبالؒ نے اسے فکر واستدلال کی زبان مہیا کی۔

پہلی عالمگیر جنگ نے مسلمانوں کے مراکز کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔ مسلمانوں کی خلافتِ اسلامیہ کو برطانیہ کی سازش اور مصطفیٰ کمال کی بداندیشی نے ذبح کردیا۔ شرق اوسط کی اسلامی حکومتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے بے اثر کردیا گیا یا اپنے اثر میں لے لیا گیا۔ نتیجتہً عالم اسلام کے مضبوط ترین حصے مغلوب ومفلوج ہوگئے۔ لیکن دوسری عالمگیر جنگ کے بعد عالمی سیاست نے کروٹ لی اور دنیا کے گوشے گوشے میں آزادی کی تحریکیں اٹھیں۔ پاکستان قائم ہوا، انڈونیشیا نے ۳۰۰ سال کے بعد ڈچ سامراج سے نجات حاصل کی۔ ملایا آزاد ہوگیا۔ شام ولبنان نے فرانسیسی استعمار کو ملک بدر کردیا۔ اردن کو آزادی مل گئی۔ عراق نے برطانیہ سے معاہدے منسوخ کرکے برطانوی فوج کو چلتا کردیا۔ مصر میں انقلاب آیا اور برطانیہ کو نہر سویز کے علاقے سے نکلنا پڑا۔ لیبیا نے اٹلی کو رخصت کردیا۔ تیونس اور مراکش آزاد ہوگئے۔ الجزائر کے مجاہدین ایک خونیں غسل کرکے عروس آزادی سے ہمکنار ہوئے۔ اور حال ہی میں کئی افریقی ممالک بھی آزاد ہوگئے۔

جاتے جاتے سامراجی طاقتیں عربوں کے قلب میں اسرائیل کے عنوان سے ایک رستا ہوا ناسور چھوڑ گئیں جو تمام عالم اسلام کے لئے کھلا چیلنج بن گیا۔ ۱۹۴۸ء سے اب تک اسرائیل اور مسلم عرب ممالک کے درمیان چار خونریز جنگیں لڑی گئیں۔ جون ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اسرائیل کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی اور بیت المقدس پر اس نے قبضہ کرلیا۔ ۲۱ اگست ۱۹۶۹ء کی مسجد اقصیٰ کی آتشزدگی کے بعد عرب وزراء خارجہ کی ایک میٹنگ میں اسلامی سربراہ کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ پہلی اسلامی سربراہ کانفرنس تھی۔ جو ۲۲ سے ۲۵ ستمبر ۱۹۶۹ء کو رباط میں منعقد ہوئی اور اس میں بیس مسلم ممالک کے سربراہوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں بیت المقدس کی واپسی اور جون ۶۷ء کی پوزیشن کو بحال کرانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کے بعد ہر سال اسلامی ممالک کے وزراء خارجہ کی کانفرنس مختلف ممالک میں ہوتی رہی۔ جس سے امت مسلمہ اتحاد عالم اسلام کی منزل کی طرف چند قدم اور بڑھی تھی۔

اسی اثناء میں ۶ اکتوبر ۷۳ء کو ایک بار شرق اوسط جنگ کی لپیٹ میں آگیا۔ اہل اسلام کے اتحاد اور عربوں کی جانبازی کے باعث نہ صرف میدان جنگ میں انہیں فتح ہوئی۔ بلکہ عالمی سیاست کی بساط پر دوست ودشمن میں واضح امتیاز ہوگیا اور دشمنانِ اسلام کی متحدہ اور کھلی ہوئی عداوت امت مسلمہ کے لئے باعث اتحاد بن گئی۔ گویا ت

مسلماں کو مسلماں کردیا طوفان مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

چنانچہ موجودہ اسرائیلی جارحیت سے متاثر ہوکر عرب ممالک نے اجتماعی طور پر تیل کی سپلائی میں کمی کا فیصلہ کیا۔ اس اجتماعی عمل نے یورپ اور امریکہ کی فضاؤں میں ارتعاش پیدا کردیا۔ پاک بھارت اور عرب اسرائیل جنگ میں اقوام عالم کی اسلام دشمنی نے مسلمانوں کو متحد ہونے پر مجبور کردیا۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں ۲۲ فروری ۱۹۷۴ء کو لاہور میں اسلامی سربراہ کانفرنس منعقد ہو رہی ہے جس میں تیس ممالک شرکت کر رہے ہیں۔

آج مسلمانوں کی تعداد ایک ارب کے قریب ہے۔ جو دنیا کی کل آبادی کا ⅕ ہے۔ گویا دنیا کا ہر پانچواں باشندہ مسلمان ہے۔ آزاد مسلم ممالک کی تعداد تین درجن کے قریب ہے۔ الجیریا سے انڈونیشیا تک گویا پورے خطۂ زمین کے ¼ پر مسلمانوں کا قبضہ ہے۔ جس میں قوت ودولت کے بے پناہ ذخائر موجود ہیں کہ اگر تیل بند کردیں تو دنیا حرکت کرنا بھول جائے۔ روئی روک لیں تو دختران یورپ تار تار کو ترسنے لگیں۔ اپنا روپیہ یورپ کے بنکوں سے نکلوالیں

(باقی صفحہ پر)

احمد حسین کمال، جمعیۃ اکادمی، سی ۱۵۳
کورنگی ۶ - کراچی ۳۱

عرب اور اسلامی دنیا میں استعماری سازش

فلسطین میں اسرائیلی ریاست کیسے وجود میں آئی ——؟

فلسطین میں، عرب دنیا میں اور مسلمان ملکوں میں آج تک جو واقعات رونما ہوئے اور ہو رہے ہیں وہ مغربی استعمار کے پہلے سے طے شدہ منصوبوں کا ہی نتیجہ ہیں۔

اس سلسلہ میں مغربی استعمار نے تمام انسانی قدروں اور جمہوری اصولوں کو مکمل طور پر نظر انداز کر کے ہر دغابازی اور بے ایمانی سے کام لیا ہے۔

مغرب نے ہمیشہ اسلام اور عرب دنیا کے خلاف علانیہ دشمنی کا رویہ اختیار کیا ہے۔

عرب سرزمین پر فلسطین میں، ائیلی ریاست کا قیام بھی درحقیقت مغرب کی عرب دشمنی اور اسلام سے عناد کے رویہ کا ہی ایک حصہ ہے۔

۱۹۰۴ میں برطانیہ دنیا کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ طاقتور نوآبادیاتی شہنشاہیت بن چکا تھا۔

اور اس وقت اس کے سامنے صرف یہ مسئلہ تھا کہ اس شہنشاہیت کو آئندہ زوال نہ آنے پائے۔

یورپ میں صرف جرمنی ہی برطانیہ کا واحد حریف باقی رہ گیا تھا۔

جنوبی سوڈان میں "فشودا" کے واقعہ کے بعد برطانیہ نے فرانس کے ساتھ اپنے تمام اختلافات ختم کر کے دوستی کا معاہدہ کر لیا تھا تاکہ اپنے واحد حریف جرمنی کو بے بس کر دیا جائے۔

ان حالات کے پس منظر میں اس وقت کے برطانوی وزیر اعظم کیمبل بینرمین نے فرانس، بلجیم، ہالینڈ، پرتگال اسپین اور اٹلی کی حکومتوں کے ساتھ مل کر ایک کمیشن کا تقرر کیا، جس میں سیاسی اور فوجی ماہرین جمع کئے گئے اور انہیں ہدایت کی گئی کہ وہ مستقبل کے تمام امکانات کا جائزہ لے کر یورپین قوموں کے موجودہ عروج کو برقرار رکھنے اور خطرات سے محفوظ کرنے کی تجاویز و منصوبے تیار کریں۔

کمیشن کو واضح طور پر بتایا گیا تھا کہ:

"دنیا میں عظیم الشان سلطنتیں تشکیل پاتی رہیں اور زبردست عروج و طاقت حاصل کرتی رہیں، لیکن آگے چل کر وہ ناکام ہو گئیں۔

تاریخ ہمارے سامنے روم، ہندوستان، یونان اور چین کی ایسی مثالیں پیش کرتی ہے۔ اس سے قبل کی بابلی، آشوری اور مصری قوموں کے عروج و زوال کی تاریخی مثالیں بھی سامنے موجود ہیں۔

اس لئے کمیشن کو ماضی و حال ہی یہ ساری روداد سامنے رکھ کر ایسا منصوبہ تیار کرنا چاہیئے۔ جس پر عمل پیرا ہونے سے مغربی قوموں کا موجودہ عروج و ہمہ گیر اقتدار زائل نہ ہونے پائے۔ اور مشرق کی قومیں ان کی مدمقابل بن کر نہ اٹھ کھڑی ہوں"۔

اس کمیشن نے ۱۹۰۵ میں کام شروع کیا اور ۱۹۰۷ء میں اس نے اپنی رپورٹ تیار کر کے برطانوی حکومت کے محکمہ خارجہ کو پیش کر دی۔ جس نے اسے محکمہ نوآبادیات کے ماہرین کے پاس بھیج دیا۔

کمیشن نے تفصیلی جائزے کے ساتھ اپنی رپورٹ میں لکھا:۔

"برطانوی شہنشاہیت کو جنوبی افریقہ، کناڈا، اور آسٹریلیا جیسی نوآبادیات کے بارے میں تو کوئی خطرہ محسوس نہیں کرنا چاہیئے کہ وہاں انگریز اور یورپین قوموں کے افراد ہی آباد ہو گئے ہیں۔ ہندوستان، ملایا، انڈو چائنا اور جنوب مشرقی ایشیا کے ملکوں کی آزادی بھی چنداں خطرناک ثابت نہیں ہوگی کہ ان ملکوں میں مذہبی، نسلی، لسانی اور علاقائی اختلافات اتنے گہرے اور شدید ہیں کہ آزاد ہوتے ہی ان ملکوں کے عوام ان اختلافات کی لپیٹ میں آ سکتے ہیں اور لائے جا سکتے ہیں اور مدت دراز تک انہیں ان اختلافات میں الجھائے رکھا جا سکتا ہے۔

بحیرہ پیسفک، بحیرہ اطلانتک اور افریقہ کی نوآبادیات کی طرف سے بھی زیادہ خطرہ نہیں ہے۔

مذکورہ بالا تمام ممالک و علاقے اگر سیاسی و فوجی اعتبار سے آزاد ہو بھی جائیں، تب بھی اقتصادی اور فنی اعتبار سے وہ برطانیہ اور یورپ کے محتاج و دست نگر رہیں گے

برطانیہ اور دوسری مغربی طاقتوں کو اصل خطرہ جہاں سے پیش آ سکتا ہے وہ "میڈیٹیرینین" کا علاقہ ہے جو بیک وقت یورپ، ایشیا اور افریقہ کو ایک دوسرے کے ساتھ خشکی اور تری کے راستوں سے جوڑتا ہے۔

بحر روم کے ساحلوں پر دور تک پھیلا ہوا یہ علاقہ مذہب ثقافت، زبان، معیشت اور تاریخی روایات و قومی و نسلی اعتبارات سے ایک مکمل وحدت رکھتا ہے اور جغرافیائی اعتبار سے بھی اس علاقہ میں واقع ملکوں کے درمیان زبردست یگانگت پائی جاتی ہے۔

اگر اس ملک نہ خطرہ پر قابو پا لیا جائے تو برطانوی شہنشاہیت کے دوام اور مغربی ملکوں کے عروج کو آئندہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ کم ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ "میڈیٹیرینین" کے اس علاقے میں واقع ایشیائی و افریقی ملکوں کو ایک دوسرے سے جدا اور تقسیم کر دیا جائے۔

اور یہ اس طرح ممکن ہو سکے گا کہ ایشیا، افریقہ اور یورپ کو ملانے والے اس خطۂ ارضی میں ایک مضبوط مگر اجنبی قوم کی دیوار کھڑی کر دی جائے اور اسے اس طرح آباد کیا جائے کہ وہ بحیرہ روم کے ساحل پر سویز نہر تک آباد ہو۔

یہ اجنبی قوم ایک ایسی طاقت ہوگی جو مغربی استعمار کی ہمیشہ دوست رہے گی۔ جبکہ اس علاقہ کے حقیقی باشندوں کی شدید مخالف رہے گی؟"

برطانیہ اور دوسری مغربی استعماری قوموں نے اپنی آئندہ پالیسیاں اس رپورٹ کی روشنی میں ہی تیار کیں جن کا بنیادی نقطہ عربوں کو کمزور کر دینا تھا۔ قومی آزادی کی تحریکوں کو کچل ڈالنا تھا اور فلسطین کے علاقہ میں عرب قومیت کو تباہ اور پارہ پارہ کر دینا تھا

سابق وزیر اعظم برطانیہ کیمبل بینرمین کا یہ منصوبہ ہی صیہونی تحریک کو مکمل طور پر نشو و نما دینے کا باعث بنا اور اس کے ذریعہ ایک نئی نوآبادیاتی طاقت کی بنیاد رکھی گئی۔

برطانوی شہنشاہیت اور مغربی استعمار کا مقصد، عربوں کو کمزور اور پارہ پارہ کر کے اپنے استعماری مفادات اور بالادستی کو محفوظ کرنا تھا۔ جبکہ صیہونیت کا منشاء فلسطین میں اسرائیلی حکومت قائم کرنا اور "ارض موعود" پر غلبہ حاصل کرنا تھا۔

اس طرح ۱۹۰۷ء سے مغربی استعمار اور صیہونیت کے درمیان مکمل اتحاد و اشتراک کا آغاز ہوا۔

مغربی استعمار اور صیہونیت کے درمیان یہ اتحاد و اشتراک پہلی عالمی جنگ (۱۹۱۴ - ۱۹۱۸) کے دوران جرمنی اور ترکی کو تباہ کرنے کا باعث بنا۔

اور دوسری عالمی جنگ (۱۹۳۹ - ۱۹۴۵) میں اس اتحاد و اشتراک نے نازی جرمنی کو شکست دینے میں زبردست کردار ادا کیا۔

دنیا بھر میں پھیلے ہوئے یہودیوں نے برطانیہ، اور امریکہ کے خفیہ ایجنٹ اور پانچویں کالم کا فریضہ انجام دیا دونوں عالمی جنگوں کے دوران برطانیہ، فرانس اور امریکہ کی مدد سے یہودیوں نے اپنے بڑے بڑے فوجی دستے جو بریگیڈ اور بٹالین کی حد تک وسیع تھے، تیار کر لئے اور اسرائیل کی اپنی ایک زبردست فوجی و جنگی طاقت تیار ہو گئی۔ جس کی نفری کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ اور جس میں ماہرین حرب کے ساتھ ساتھ سائنس اور ٹیکنالوجی کے ماہرین کی ایک بڑی تعداد شامل تھی۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد (۱۹۴۶) جبکہ نازی جرمنی اٹلی اور جاپان شکست کھا کر دم توڑ چکے تھے۔ فاتحین یعنی برطانیہ، فرانس، امریکہ اور روس اور یورپ کی دوسری استعماری قومیں ۶ سال کی مسلسل اور خطرناک جنگ کے

براہ راست اثرات کی وجہ سے باوجود فتح حاصل کر لینے کے سخت مضمحل ہو چکی تھیں۔

جنگ نے ان کے تمام وسائل ختم کر دیئے تھے! افرادی قوت بہت کم رہ گئی تھی۔ ذہنی صلاحیتوں پر گہرا اثر پڑ چکا تھا اور فاتح و مفتوح دونوں ہی سخت بدحال اور خستہ ہو رہے تھے۔ اس مرحلہ پر دنیا میں تازہ دم قوت اگر کوئی تھی تو وہ صیہونیوں کی تھی۔

صیہونی ایک زبردست فوجی طاقت بن گئے تھے۔ امریکہ جیسے بڑے ملک کی اقتصادیات پر ان کا غلبہ تھا، پورے مغرب میں علم و فن کے مراکز پر وہ چھا چکے تھے۔ حتیٰ کہ اس وقت دنیا کا سب سے بڑا سائنس دان بھی ایک یہودی (آئن اسٹائن) تھا۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد امریکہ سمیت یورپ کے تمام ملکوں کی سیاست اور بین الاقوامی معاملات میں یہودیوں کا دخل بہت کچھ بڑھ گیا تھا۔

اس وقت کے امریکی صدر مسٹر ٹرومین پر ان کے جس سیکرٹری کا سب سے زیادہ اثر تھا وہ ایک یہودی تھا۔

ٹرومین، یہودیوں کے مقاصد کے ساتھ کس قدر متفق تھے۔ اس کا اندازہ ایک امریکن یہودی اہل قلم الفریڈ کے اس جملہ سے کیا جا سکتا ہے جو اس نے اپنی مشہور کتاب "اسرائیل دی فاس ڈالر" میں لکھا ہے کہ:۔

"جب "ہیری ٹرومین" نے امریکی صدارت کا چارج سنبھالا تو صیہونیوں کا کام بہت آسان ہو گیا۔ ٹرومین نے فوراً ہی صیہونیوں کا منصوبہ منظور کر لیا، اور پوری سرگرمی کے ساتھ اس نے کوشش شروع کر دی کہ امریکہ کا "اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ" بھی اس منصوبہ کو جلد از جلد قبول کر لے"۔

"الین ٹیلر" نے بھی اپنی کتاب (دی وے ٹو اسرائیل) میں لکھا ہے کہ:۔

"۱۹۴۵ء کی گرمیوں میں یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ ٹرومین پر صیہونیت کا پورا پورا اثر قائم ہو چکا ہے"۔

اس طرح دوسری عالمی جنگ کے اصل فاتح یہودی بن گئے تھے۔ یہودیوں نے اپنے اس اثر و رسوخ سے فائدہ اٹھانے کی زبردست کوشش شروع کر دی اور فلسطین میں اسرائیلی ریاست کے قیام کی دوڑ دھوپ میں وہ سرگرمی کے ساتھ جٹ گئے۔

انہیں یقین ہو گیا کہ برطانیہ، فرانس اور امریکہ کے تعاون سے وہ فلسطین میں اسرائیلی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اور ان بڑی طاقتوں کا تعاون اور ہمدردی حاصل کرنے کے بعد روس کی طرف سے بھی زیادہ مخالفت کا اندیشہ نہیں رہے گا۔

چنانچہ دوسری عالمی جنگ کے بعد اقوام متحدہ کے سامنے سب سے پہلا مسئلہ فلسطین میں اسرائیل کے قیام کا ہی آیا۔

مغربی طاقتوں کے درمیان گفت و شنید شروع ہوئی، اور بڑی طاقتوں کے درمیان اس مسئلہ پر مفاہمت نیز دوسرے ملکوں کو موافق بنانے کی مہم چل پڑی۔

امریکہ کے محکمہ مشرق قریب کے ایک سابق ڈائرکٹر "ڈالس مری" (   ) نے اپنی دستاویزی رپورٹ میں "ایورل ہیریمین" سابق امریکی سفیر برائے ماسکو کے جو اظہارات درج کئے ہیں اور جسے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے ۱۹۶۵ء میں شائع کر دیا تھا۔ اس میں ایورل ہیری مین نے امریکی حکومت کو بتایا تھا کہ:۔

"جب ہمارے اپنے بہترین اندازوں کے مطابق فلسطین میں یہودیوں کی تعداد ۶،۵ لاکھ ہے تو یہ بات ناقابل فہم نہیں رہنی چاہیئے کہ سوویٹ یونین، فلسطین میں ایک آزاد اور جداگانہ یہودی ریاست کے قیام کا کیوں مخالف ہے"۔

"سوویٹ ڈپلومیٹ "مینچی کوف" نے انقرہ میں مجھ سے صاف صاف کہا ہے کہ یہودیوں کی آزادانہ اور جداگانہ ریاست قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے"۔

(ماخوذ از یو، اے، آر ریویو ۲۳ جولائی ۱۹۶۵ء)

چنانچہ اگلے دو سال ایسے حالات پیدا کرنے میں صرف کئے گئے۔ جن سے فلسطین کو تقسیم کرنے اور وہاں ایک یہودی نظریاتی ریاست قائم کرنے کے معاملہ کو ممکن العمل اور قابل قبول بنایا جا سکے۔

اس عرصہ میں برلن اور جرمنی کی تقسیم عمل میں لائی گئی۔ ایشیا میں برصغیر کی آزادی عمل میں آئی۔ ہندوستان تقسیم ہوا پاکستان کے نام سے ایک مسلم نظریاتی ملک و قوم وجود میں آئے اور دنیا کے سیاسی معاملات ایسا نہج اختیار کر گئے کہ فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کے وقت عرب دنیا کے احتجاج کا ردعمل ایشیا، یورپ، امریکہ اور لاطینی امریکہ تک کوئی نہ ہو سکا۔

برصغیر کے مسلمان تقسیم ہند کے بعد کے مصائب میں مبتلا تھے۔ پاکستان ایک نیا مسلمان ملک تھا۔ اس کا وجود بجائے خود استحکام کا منتظر تھا۔

انڈونیشیا سے افریقہ تک مسلمان ملکوں کی بڑی تعداد ابھی تک مغربی ملکوں (برطانیہ، فرانس، ہالینڈ وغیرہ) کی محکوم تھی۔

ایران اور ترکی جیسے مسلمان ملک اسرائیل کے قیام سے متفق بنا لیے گئے تھے۔

ان حالات میں روس اپنے اتحادیوں کے اس منصوبہ کی مخالفت کیا کر سکتا تھا۔

یہودیوں کے لیے یہ اندیشہ بھی اب نہیں رہا

امریکہ نے دوسری قوموں و ملکوں کو فلسطین میں اسرائیلی حکومت کے قیام کے لئے ہموار و رضامند کرنے کے لئے کتنی زبردست جدوجہد کی۔ اس کی تفصیلات "جیمس فارسٹل" جو اس وقت امریکہ کے وزیر جنگ تھے۔ ان کی "ڈائری" میں پڑھی جا سکتی ہیں۔

اس کے علاوہ یہودی لیڈروں کی کئی کتابیں ان تفصیلات سے پر ہیں۔ اسرائیل کے پہلے وزیراعظم بن گوریان جو حال ہی میں فوت ہوئے ہیں۔ ان کی خود نوشت سوانح میں بھی امریکہ کے صدر ٹرومین کی ان کوششوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہے جو امریکی صدر نے اسرائیل کے قیام کے لئے انجام دیں۔

"بن گوریان" نے اپنی اس کتاب میں اس اندیشے کا بھی اظہار کیا ہے کہ روس کسی وقت بھی عربوں کی علانیہ حمایت پر آ جائے گا۔ اور ایسی جنگ میں جب روس عربوں کی پشت پر ہوگا، اسرائیل مکمل طور سے تباہ ہو سکتا ہے۔

تاہم اسرائیل کے قیام کے وقت امریکہ روس کو بھی اپنا ہم آہنگ بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اور دنیا کے سیاسی حالات ایسے رخ پر ڈال دیئے گئے تھے کہ فلسطین کی تقسیم اور یہودی نظریاتی ریاست کے وجود و قیام کے جواز کے لئے راہ ہموار ہو گئی تھی۔

اس طرح ۱۹۰۵ء کے برطانوی وزیراعظم کیمبل بینرمین کا وہ منصوبہ جس کا مقصد عرب اور مسلم دنیا کے اتحاد کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پارہ پارہ کر دینا اور ان کے درمیان ایک طاقتور اجنبی قوم کو آباد کر کے ہمیشہ کے لئے اپنا استعماری غلبہ برقرار رکھنا، ۱۹۴۸ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا

دوسری عالمی جنگ نے برطانیہ اور یورپین ملکوں کو اس قابل نہیں چھوڑا تھا کہ وہ اسرائیلی ریاست کے قیام سے اب خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکیں۔

البتہ اس منصوبہ کا وارث کل اب امریکہ بنا۔ اس نے مشرق پر اپنے استعمار کو قائم رکھنے اور وسیع تر کرنے کے لئے اسرائیل کو مکمل طور پر اپنی سرپرستی میں لے لیا۔

لیکن گذشتہ ۲۳ سال میں حالات نے سیاسی توازن امریکہ کے حق میں نہیں رہنے دیا ہے۔

روس اپنی پالیسی بدل چکا ہے۔ چین ایک عظیم طاقت بن کر ابھر آیا ہے۔ ہندوستان کی قوت بڑھ رہی ہے۔ نیا پاکستان اپنی پالیسیاں نئے رخ پر ڈال رہا ہے۔

عرب دنیا نے اپنی سیاسی، فوجی اور فنی کمزوریوں کی تلافی اپنے اقتصادی ہتھیار سے کرنا شروع کر دی ہے۔

اقتصادی قوت دنیا میں ہمیشہ سب سے زیادہ کارگر ثابت ہوتی ہے۔ اگر محنت اور سرگرمی اس کی اساس بن جائے تو یہ طاقت بے پناہ ہو جاتی ہے۔

آج اس نہج پر اسلامی دنیا کے اتحاد کے نئے امکانات سامنے آئے ہیں۔

عربوں کے کاز کی بھرپور حمایت اور ان کے ساتھ مکمل اتحاد مسلمان دنیا کی نئی تاریخ کا آغاز ثابت ہو سکتا ہے۔ اور ایشیا میں ایک ایسے دور کا دروازہ کھل سکتا ہے جو ہر طرح کے استعمار سے آزاد ہو۔

اسلام کے شاندار مستقبل کی طرف ادھر سے ہی راہ جاتی ہے۔

خط و کتابت
کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں

خارجہ پالیسی

کے متعلق قائد جمعیۃ کیا فرماتے ہیں؟

رپورٹ
محمد سعید الرحمٰن علوی سرگودھا

پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں پاکستان کی خارجہ پالیسی پر بحث کے دوران قائد جمعیۃ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ نذر قارئین ہے۔ یہ رپورٹ اسمبلی سیکرٹریٹ کی مصدقہ ہے ۔ علوی

جناب سپیکر! بغیر کسی تیاری کے آپ کے حکم کی تعمیل میں چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے یوم تاسیس سے لے کر آج تک یہاں کوئی ایسی پالیسی نہیں بنی جس کے ساتھ پوری قوم کو اتفاق ہو (اور بلکہ) اگر میں یوں کہوں، کہ ہماری خارجہ پالیسی کوئی وجود ہی نہیں رکھتی (تو درست ہوگا) اس کی اچھائی اور برائی پر بحث تو بعد میں ہوگی (پہلا سوال اس کے وجود کا ہے) اور میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ہماری خارجہ پالیسی آخر ہے کیا؟

پاکستان بننے کے بعد ہم نے تعلقات پیدا کرنے چاہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مغربی ممالک (بالخصوص، امریکہ نے ہم پر اتنا کنٹرول حاصل کر لیا تھا کہ وہ ہمارے تمام اندرونی معاملات میں مداخلت کرتے رہتے۔

میں نے پاکستان کی اس مرکزی اسمبلی میں ۱۹۶۲ء میں سردار بہادر خاں کی ایک بات سنی تھی۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ پاکستان کے یوم تاسیس سے آج تک یہاں کوئی حکومت امریکہ کے حکم کے بغیر نہ بنی ہے اور نہ بگڑی۔ اگر کوئی حکومت بنتی ہے تو امریکہ کی مداخلت سے اور ختم ہوتی ہے تو بھی امریکہ کی مداخلت سے۔

سردار بہادر خاں حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ چکے تھے۔ ان کی بات یقیناً وزنی تھی۔ اس کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

اگر ہم اپنی تاریخ پر نظر ڈالیں تو محمد علی جناح اور لیاقت علی خاں کے بعد ہم بیوروکریسی کے کچھ نمائندوں کو ملک پر مسلط دیکھتے ہیں۔ غلام محمد کا دور دیکھا۔ پھر سکندر مرزا آئے (انہوں نے) اور ان کے بعد جو آیا اس نے اس ملک کو امریکہ اور یورپ کا دم چھلا بنا کر اسے ان کے نام رہن کر دیا۔

جناب والا! ہمیں امریکہ سے امداد ملتی ہے۔ جس کا ذکر جناب عزیز احمد نے کیا ہے (وزیر مملکت برائے خارجہ و دفاعی امور) میں نہیں سمجھتا کہ امریکی امداد سے ہمیں فائدہ کتنا ہوا اور نقصان کتنا؟ یہ تو یقینی ہے کہ وہ امداد غیر ملکی تھی۔ اس کے نتیجہ میں وہ ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت کرتے اور یہ بالکل ہمارے مفاد میں نہ تھا امداد کے بل بوتے پر انہوں نے اندرونی پالیسی بنانے اور ملک کے بنانے بگاڑنے تک میں مداخلت کی۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہم آزادی کے بعد آج تک آزاد نہیں ہوئے ہیں۔

اگرچہ آزادی ہمیں براہ راست ملی لیکن امریکی اور یورپی تسلط کا ہم آج بھی شکار ہیں۔ اس تسلط و غلامی سے آزادی کے لئے آج پھر ہمیں جدوجہد کرنا ہوگی۔

میں سمجھتا ہوں کہ جب پاکستان بنا اس وقت حالات اور تھے۔ اس وقت چین کی کمیونزم گورنمنٹ نہیں بنی تھی۔ لیکن چین گورنمنٹ بننے کے بعد امریکہ اور روس دونوں گھبرا گئے۔ ان سب نے مل کر چاہا کہ پاکستان ختم ہو۔ انہوں نے پاکستان کے ختم کرنے کے لئے ابتداء مشترکہ ڈیفنس کی تجویز پیش کی۔ اس کے متعلق جب تجاویز آئیں تو ہماری فوج نے قبول نہ کیا۔ اب پھر پاکستان ختم کرنے کی خواہش ہے تاکہ چین کے مقابلہ میں ایک بہت بڑی ڈیفنس لائن قائم کی جا سکے۔ اسی منصوبے کے تحت ۶۵ء میں ہندوستان سے ہم پر حملہ کروایا۔ ان کا خیال تھا کہ مغربی پاکستان ختم ہو تو مشرقی حصہ پر فوجی کاروائی کی ضرورت نہ ہوگی، اور سارا پاکستان ختم ہو کر رہ جائے گا۔ لیکن مغربی پاکستان میں اس وقت ایوب خاں نے مقابلہ کیا۔ اس موڑ پر ہم ان کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ انہوں نے پاکستان کو بچایا۔ ۶۵ء کی جنگ میں ہندوستان نے یہ کہا تھا کہ ۲۴ گھنٹوں میں مغربی حصہ پر قبضہ کر لیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم صبح کی چائے اور ناشتہ لاہور میں کریں گے۔

وہ امریکی اسلحہ جو اس شرط پر انہیں ملا تھا کہ پاکستان کے خلاف استعمال نہیں ہوگا۔ لیکن وہ اسلحہ پاکستان کے خلاف استعمال ہوا اور پاکستان کا احتجاج بے سود ثابت ہوا لیکن جب ۶۵ء میں انہیں کامیابی نہ ہوئی تو انہوں نے تیاری کی اور اس کے بعد انہوں نے ۷۱ء میں مشرقی حصہ پر حملہ کر دیا۔ اس میں ہمارا بھی قصور تھا۔ ہمارے داخلی معاملات نہایت پیچیدہ تھے۔ لیکن ہم پھر ان بڑی طاقتوں کے لئے استعمال ہوئے۔ ہمارے اندرونی حالات سازگار نہ تھے۔ یہ نعرے لگ رہے تھے۔ "ادھر ہم ادھر تم"۔ اس وقت یہاں کہا جا رہا تھا کہ یہاں مغربی حصہ میں قومی اسمبلی کا اجلاس اسلام آباد میں ہو اور مشرقی حصہ کے ممبران ڈھاکہ میں اجلاس کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہیں سے قوم کی تقسیم کی بنیاد پڑی۔ ان لوگوں کو (مشرقی حصہ والوں کو) غدار کہا جا رہا تھا، اور وہ ان کو (مغربی حصہ والوں کو) غاصب کہتے تھے۔ اس قسم کی منافرت پیدا ہو چکی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشرقی پاکستان بھارت کے دباؤ کی وجہ سے ہم سے الگ ہو گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس جنگ میں بیرونی طاقتوں کا ہاتھ تھا۔ امریکہ اور کئی دوسری بڑی طاقتیں چاہتی تھیں کہ پاکستان کے ٹکڑے ہو جائیں نتیجتہً یہ المناک حادثہ پیش آیا۔ اس کے بعد بچا کھچا پاکستان ہمارے ہاتھ رہ گیا۔ اس پاکستان میں دو سال میں ہم نے کیا کیا؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس دو سال کے عرصہ میں ہمارے اندرونی مسائل بھی بہت زیادہ ہوئے۔ اب چونکہ خارجہ پالیسی زیر بحث ہے لہذا میں اسی پر عرض کروں گا۔

آج ہمارا کوئی بھی دوست نہیں۔ آج ہم اس دنیا میں بالکل اکیلے رہ گئے ہیں۔ آج پوزیشن یہ ہے کہ کوئی بھی ہماری مدد کے لئے تیار نہیں ہے۔ شملہ معاہدہ کے سلسلہ میں جب ہمارے موجودہ وزیر اعظم (اس وقت کے صدر) شملہ تشریف لے جا رہے تھے۔ اس وقت ہم نے ان پر اعتماد کیا۔ قومی اسمبلی اور چاروں صوبائی اسمبلیوں نے ان پر اعتماد کا مظاہرہ کرنے کے لئے قرار دادیں پاس کیں ہم نے انہیں وہاں بھیجا۔ ہمارے صدر اس وقت جو معاہدہ کر کے آئے تھے۔ اس میں خوش آئند بات یہ ہے کہ ہم نے ہندوستان کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کے لئے نئی پالیسی کا آغاز کیا۔ اس سے قبل ہماری خارجہ پالیسی ہندوستان دشمنی پر مبنی تھی۔ ہزاروں سال تک جنگ کرنے کے نعرے تھے۔ وہ نعرے آپ نے بھی سنے ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تعلقات کی وہ نوعیت صحیح نہ تھی۔

جناب والا! ابھی حال ہی میں ہمارے وزیر اعظم صاحب نے آزاد کشمیر میں تقریریں کیں۔ جس میں مقبوضہ کشمیر کے لوگوں سے ہڑتال کی اپیل کی اور آزاد کشمیر کے متعلق کہا کہ اسے صوبہ کی حیثیت دے دی جائے گی۔ اور اس کا الحاق کر لیا جائے گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ پاکستان کنٹرول لائن کو تسلیم کر رہا ہے۔ نتیجتہً انڈیا ریڈیو نے پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا مہم تیز کر دی۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ کشمیر کے مسئلہ میں کوئی سمجھوتہ عمل میں نہیں آ سکتا۔

جناب والا (پڑوسی ملک) افغانستان کا جہاں تک تعلق ہے ادھر سے بھی صورت حال ہمارے لئے اطمینان بخش نہیں۔ ہم ۲۵ سال سے یہ تعلقات ٹھیک نہ رکھ سکے۔ اور یہ آج کی بات نہیں بلکہ چودھری ظفر اللہ جو پاکستان میں پہلے وزیر خارجہ تھے۔ چھ سال اپنے پڑوسی ملک کا دورہ نہیں کیا۔ دونوں ممالک میں بداعتمادی کی فضا پیدا [illegible] تھی اور یہ صورت آج تک موجود ہے۔ ہمارے [illegible] اعظم نے دورہ بھی کیا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں [illegible] ناکام رہا۔ اس لئے کہ دورے کی کا[illegible]

ہوتا ہے کہ دونوں ملکوں کے تعلقات درست ہوئے یا نہیں میرے خیال میں تعلقات ٹھیک نہیں ہوئے۔ ہماری داخلہ پالیسیوں کو خارجہ پالیسیوں سے الگ نہیں رکھا جا سکتا۔ بلوچستان اور فرنٹیر میں جو حالات پیدا کئے جا رہے ہیں مشرقی پاکستان میں بھی ویسے ہی پیدا کئے گئے تھے۔ مشرقی حصہ کے محب وطن لوگوں کو غدار کہا گیا۔ آج سرحد و بلوچستان کی سیاسی پارٹیوں پر غداری کے الزامات عائد کئے جا رہے ہیں اور کوشش کی جا رہی ہے کہ وہاں فوج کو مسلط کیا جائے ہم مشاہدات کی دنیا کو نہیں جھٹلا سکتے۔ حقائق و واقعات کو آخر کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟

جناب والا! آج مولانا (غلام غوث) نے مہنگائی کا ذکر کیا ہے۔ مہنگائی کے سلسلہ میں میں پیاز کی مثال پیش کرتا ہوں۔ پیاز اور سبزیوں کے ذریعہ آپ زرمبادلہ کمانا چاہتے ہیں لوگ بھوک مر رہے ہیں۔ گھی کی ایک ایک چھٹانک کو ترس رہے ہیں۔ اور آپ ہیں کہ ان اشیاء کے ذریعہ زرمبادلہ کما رہے ہیں۔ اس مہنگائی نے ہمیں مجبور کر دیا ہے کہ ہم ....

آج جس وقت عرب اسرائیل جنگ ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ امریکہ نے عین جنگ کے دوران اسرائیل کو ۱۵ ہزار ٹن اسلحہ سپلائی کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم اس کی مذمت کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ لیکن جب ہمارے وزیراعظم ایران، ترکی اور سعودی عرب تشریف لے گئے تو واپسی پر انہوں نے کراچی میں پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ اس میں جب ان سے سوال ہوا کہ آپ اسلحہ کی سپلائی پر امریکہ کی مذمت کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔ ایک طرف تو عربوں کی حمایت کا یقین دلایا اور کہا کہ عربوں کی جنگ ہماری جنگ ہے، دوسری طرف یہ غیر جانبداری کا رویہ؟ ہمیں کھل کر عربوں کی حمایت کرنی چاہیئے تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ ہماری پالیسی غیر جانبدار ہے اور جب الجزائر کانفرنس میں دعوت نہیں ملتی تو شکایت ہوتی ہے لیکن معاملہ صاف ہے کہ جب تک ہم مغربی ممالک کے ساتھ ہیں، ہمیں کوئی بھی غیر جانبدار نہیں کہے گا۔ فوجی معاہدے ختم کرنے ہوں گے تب بات بنے گی۔

جناب والا! ہمارے یہ بڑے بڑے ہال یہ عظیم الشان کوٹھیاں اور پرائم منسٹر ہاؤس پر سولہ کروڑ روپے کے اخراجات اور پریذیڈنسی پر لاکھوں روپے کے اخراجات یہ سب چیزیں ہمیں مجبور کرتی ہیں کہ ہم باہر سے امداد لیں۔

حالانکہ ہم بغیر ایر کنڈیشن بھی رہ سکتے ہیں، غریب ملک اور غریب قوم ہونے کی حیثیت سے جھونپڑیوں میں بھی گزارہ کر سکتے ہیں۔

ہمیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہیئے۔ ہم صرف اپنی عیاشیوں کے لئے غیر ملکوں کے دست نگر بنیں اور ان کی تعریف کریں اور کہیں کہ فلاں ملک نے ہمیں اتنی امداد دی (یہ غلط ہے)

عزیز احمد صاحب کی تقریر سے مجھے شدید اختلاف ہے کہ انہوں نے کہا کہ جن جن ملکوں نے ہماری امداد کی ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوئی بھکاری بھیک مانگ رہا ہے اور جس سے زیادہ بھیک مل جائے تو لگے تعریف کرنے (یہ افسوسناک روش ہے)

جناب والا! ہم امریکہ، روس یا کسی دوسرے ملک کی مداخلت برداشت نہیں کریں گے۔ ہمارے معاملات میں کسی کو مداخلت کا حق نہیں (اسی ڈانواں ڈول پالیسی کے سبب) ہم عرب عوام کو مطمئن نہ کر سکے۔ اس کے باوجود وہ شکر گزار ہیں۔ اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ فوجی معاہدوں میں شریک ہونے کے سبب انہیں آپ سے اتنی بھی (رسمی حمایت) کی توقع نہ تھی۔ چونکہ آپ نے ان کی توقع کے خلاف زبانی جمع خرچ کر لیا تھا۔ اس لئے انہوں نے شکریہ ادا کیا

جناب والا! میں حکومت کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اس نے اپنے یہاں تمام اسلامی ممالک کو آنے کی دعوت دی۔ اچھا ہے وہ یہاں آئیں گے، باتیں ہوں گی۔ وہ ہمارے حالات دیکھیں گے سمجھیں گے، اور شاید ہم بھی ان کو مطمئن کر سکیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ لیکن حالات ایسے نہیں اس لئے کہ ہمارے وزیراعظم کبھی ایران کی باتیں کرتے ہیں اور کبھی ترکی کی۔ حالانکہ عرب اسرائیل جنگ میں جس نے بھی اسرائیل کی تھوڑی بہت امداد کی وہ ہمارا دوست نہیں ہو سکتا۔ میں کہتا ہوں کہ ایران نے تیل کی سپلائی عین جنگ کے دنوں اسرائیل کو جاری رکھی۔ مسلمانوں کے مقابلے میں تیل کی سپلائی اتنا بڑا جرم ہے کہ ہم ایران کی دوستی پر فخر نہیں کر سکتے۔ ترکی نے ہوائی اڈوں کو استعمال کرنے کی اجازت دی۔ ان ساری باتوں کے باوجود میں نہیں سمجھتا کہ خارجہ پالیسی کیا ہے۔ ہم ادھر بھی بات کرتے ہیں اور ادھر بھی۔

مولانا (غلام غوث) نے علماء کی بات کی کہ یہ دشمنان صحابہؓ سے ملے ہیں۔ اس لئے سیلاب (عذاب) آیا لیکن میں کہتا ہوں کہ "علماء" جب ایسی حکومت کی حمایت کریں، جو ملک کے اندرونی مسائل میں تشدد کی قائل ہو تو اس پر عذاب آیا

جناب سپیکر! ہمیں بڑی احتیاط کے ساتھ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا ہوگا۔ ہم انڈیا کے ساتھ دوستی کریں گے تو خود دشمنی کریں گے تو خود (کسی کا اس میں دخل نہ ہو) اسی طرح افغانستان کے ساتھ اپنے مفادات کی روشنی میں قدم اٹھانا ہوگا۔ دوسروں کی مداخلت برداشت نہیں ہوگی۔

میں ایک بار پھر کہوں گا کہ ہماری خارجہ پالیسی نے دوسروں کا دست نگر بنا دیا ہے۔ اس لئے یہ کہنا مناسب ہے کہ پالیسی ہے ہی نہیں۔ اس لئے اچھائی یا برائی کا سوال ہی نہیں۔ پہلے کچھ بتاؤ کہ وہ کیا ہے؟ جب کچھ بتاؤ گے تو حسن و قبح کی بحث ہوگی۔ شکریہ!

بقیہ ——— تیسرا راؤنڈ

اور صحرائے سینائی کا باقی علاقہ عربوں کے حوالے کر دے اور اگر عرب دنیا تیل کے ہتھیار کو مزید اپنے ہاتھ میں رکھیں تو بفضل تعالےٰ وہ دن دور نہیں جبکہ عربوں کو یہ علاقے مل جائیں گے اور ساتھ ساتھ اسرائیل کے پہلو میں فلسطینی ریاست بھی قائم ہو جائے گی۔ جس کے بدلے اسرائیل کو بقا کی تسلی دینا چاہیئے۔ اس کے ساتھ ہی اردن کے شاہ حسین کو بھی ہم خیال بنانا ضروری ہے۔ اس لئے کہ فلسطینی ریاست کے قیام کے بعد زیادہ زد اردن پر پڑے گا۔ جس سے کسی بھی وقت شاہ حسین کی بادشاہت کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ اور پھر فلسطینی ریاست میں اسرائیل کے خلاف ایک طویل چھاپہ مار سرگرمیوں کا جاری ہونا بھی بدیہی امر ہے۔

تیل پر یورپ کے انحصار کے پیش نظر اسرائیل کو مجبوراً ہر اقدام پر آمادہ کر سکتا ہے اور اسرائیل اس وقت عرب سے صرف اپنی بقا کا وعدہ چاہتا ہے۔ دوسرے نمبر پر نہر سویز سے اسرائیلی جہازوں کی آمد و رفت کی اجازت امریکہ کی اس بڑھتی ہوئی کوشش کے جواب اور توڑ میں روس بھی ایک فطری جذبہ کے تحت عرب کاز کے لئے کوشاں ہے تاکہ عرب اپنے بڑھتے ہوئے رسوخ کو اور زیادہ گہرا کرے۔

ان دو مقاصد کے حصول کے لئے عرب دنیا کو تیل اور سیاست کے میدان میں اگر مزید کچھ عرصہ اتحاد نصیب رہا تو خداوند کریم سے امید ہے کہ یہ دو مقاصد حاصل ہو جائیں گے اور مصر کے صدر جناب انور السادات نے اس عزم کا بجا اظہار کیا ہے کہ مقبوضہ علاقوں کی آزادی تک ہماری جنگ جاری رہے گی۔ سعودی عرب اور ابوظہبی کے متعلق امریکہ کے بعض اقدامات کے انکشاف سے امریکہ کی تیل کی ضرورت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور سینائی اگر اسرائیل کے قبضہ میں رہا تو عرب تیل والی ریاستیں خصوصی طور پر سعودی عرب کسی بھی وقت اسرائیل اور امریکی بربریت کا شکار ہو سکتا ہے۔ جس سے عرب ہی کو نہیں بلکہ عالم اسلام کو شدید نقصان اٹھانا پڑے گا۔

خدا کرے کہ عرب دنیا اس تیسرے راؤنڈ میں کامیاب و کامران ہو آمین!

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آن عجب وقت پڑا ہے

خصوصی نمبر کی اشاعت میں رکاوٹ

حکومت کی طرف سے پریس پر بعض اچانک پابندیوں کے باعث اہم مضامین شامل اشاعت نہ کر سکنے کی بنا پر ترجمان اسلام کے **اتحاد عالم اسلام نمبر** کی اشاعت مجبوراً منسوخ کی جا رہی ہے۔ ہم اس موقع پر اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں ؎

یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں پہ بات کرنے ترستی ہے زباں میری

(ادارہ)



کشمکش حق و باطل

قومی اسمبلی میں

غیر اسلامی نظریات، فحش لٹریچر اور عریاں فلموں کے بارہ میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی قراردادیں

قومی اسمبلی کے موجودہ سیشن میں اب تک جمعیۃ علماء اسلام کے ممتاز راہنما شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کی دو اہم قراردادیں زیر بحث آ چکی ہیں۔ ان قراردوں کا بنیادی مقصد ملک میں اخلاقی فحاشی پیدا کرنے والے اسباب کا انسداد اور لادینی نظریات کا سد باب تھا۔ تائید اور مخالفت کے دونوں نقطہ نظر بحث کے دوران ایوان کے سامنے آئے۔ گو پلڑا اکثریت کے بل بوتے پر حزب اقتداری کا غالب رہا۔ دو قراردادیں مسترد ہوئیں۔ مگر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے علماء حق کی طرف سے فریضۂ کلمۂ حق کی ادائیگی کی بھرپور نمائندگی کی۔ ۱۷ر جنوری کا جمعرات غیر سرکاری کارروائی کا دن تھا۔ اسے قدرت کی خاص توفیق کہیئے۔ حسن اتفاق کہ اب تک ایسا کوئی دن شیخ الحدیث مدظلہ کی کسی نہ کسی قرارداد سے خالی نہیں گیا۔ اور ایجنڈا کی ترتیب کے لئے ہونے والی قرعہ اندازی میں مولانا صاحب مدظلہ کی قرارداد سرفہرست تھی۔ پہلی قرارداد میں عریاں اور فحش فلموں پر پابندی کا مطالبہ کیا گیا۔ مولانا مدظلہ ایسی تمام فلموں کے سدباب کے لئے نیا ضابطہ بنانے پر زور دے رہے تھے۔ جو ملک میں اخلاقی اور جنسی بے راہ روی اور معاشرہ کی خرابی کا ذریعہ بنتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے فواحش کی اشاعت کے نتیجہ میں ہونے والی بربادی اور قدرت کی سنگین گرفت کا ذکر کیا اور ملک کی حالت کا رونا رویا۔ یہ سب کچھ وہ بحیثیت مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں سے کہہ رہے ہیں۔ قرارداد میں کہا گیا تھا کہ اسلامی ملکی اور قومی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے پاکستان میں تمام قحبہ خانوں، رقص گاہوں فحش فلموں اور فحاشی پھیلانے والے کلبوں اور قمار خانوں نیز شراب نوشی پر پابندی عائد کی جائے۔

حزب اختلاف کے ارکان راؤ خورشید علی، پروفیسر غفور احمد، مولانا ازہری، جناب احمد رضا قصوری، مولانا سید محمد علی، صاحبزادہ صفی اللہ اور دیگر حضرات نے قرارداد کے حق میں پرزور تقریریں کیں۔ جناب پیرزادہ صاحب وزیر تعلیم نے اصل قرارداد کا سارا رخ صرف عریاں فلموں کی طرف موڑتے ہوئے جوابی تقریر میں کہا کہ حکومت نئی فلم پالیسی کو آخری شکل دے رہی ہے۔ جو زیادہ ترقی پسندانہ (؟) ہوگی۔ اور اس میں عریانیت کی حوصلہ شکنی (؟) کی جائے گی۔ پیرزادہ صاحب نے کہا کہ نئی فلم پالیسی اور ترمیمی آرڈیننس کا اعلان پندرہ دن کے اندر کر دیا جائے گا۔ (یہ ۱۷ر جنوری کی بات ہے جبکہ آج ۲۰ر فروری کا تک ایسا کوئی اعلان سامنے نہیں آیا۔ ساتھ انہوں نے یہ بھی کہا کہ مولانا عبدالحق کی اس قرارداد کی کوئی ضرورت نہیں ہے جبکہ موجودہ ضابطوں کے تحت عریاں فلموں پر پہلے ہی پابندی عائد ہے۔ پیپلز پارٹی کے ملک محمد جعفر نے بھی قرارداد کی مخالفت کی اور کہا کہ سینما ایکٹ کی دفعات پہلے ہی انتہائی سخت ہیں۔ اس لئے مزید سخت بنانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس بحث کے بعد سپیکر نے اجلاس دوسرے دن کے لئے ملتوی کر دیا۔

۲۴ر جنوری کو اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی نظریۂ پاکستان کے منافی اور فحش لٹریچروں پر پابندی کی قرارداد زیر بحث آئی۔ مولانا عبدالحق کی قرارداد میں کہا گیا تھا "پاکستان بھر میں ایسے لٹریچر کی طباعت و اشاعت اور ملک میں داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔ جس سے مسلمانوں کے اخلاق اور عقائد اور نظریہ پاکستان متاثر ہو سکتا ہو۔ نیز عریاں اور فحش لٹریچر کی بھی ممانعت کی جائے۔

قرارداد کے محرک مولانا عبدالحق مدظلہ نے قرارداد پیش کرتے ہوئے کہا کہ:۔

"پاکستان کا قیام اسلامی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا۔ اس لئے ایسے لٹریچر پر پابندی عائد ہونی چاہیئے۔ جو ان نظریات پر کسی بھی طرح اثرانداز ہو۔ انہوں نے کہا کہ ایک نظریاتی مملکت میں کسی کو بھی نظریات کی مخالفت کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے اور جو بھی ان نظریات کی مخالف کارروائیوں میں ملوث پایا جائے۔ اسے غدار قرار دیا جائے۔ مولانا عبدالحق مدظلہ نے کہا کہ دینی نظریات کا دفاع بھی مسلمانان پاکستان کی اتنی ہی ذمہ داری ہے۔ جتنی سرحدوں کا دفاع۔ اس سلسلہ میں خاص طور پر انہوں نے عیسائی مشنریوں کے تقسیم کردہ لٹریچر اور اس کے فروغ کا ذکر کیا۔ جو سرکاری حکام تک کو بھیجا جا رہا ہے۔ اس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر یقین نہ رکھنے والے قادیانیوں کو بھی اپنا لٹریچر تقسیم کرنے کی اجازت نہیں دی جانی چاہیئے۔ ایک اسلامی جمہوریہ میں اسلام کے خلاف لٹریچر پر اس طرح پابندی ہونی چاہیئے۔ جس طرح کمیونسٹ ملکوں میں سرمایہ دارانہ لٹریچر اور سرمایہ دارانہ نظام میں کمیونزم کے لٹریچر پر پابندی ہے مولانا نے ایوان پر زور دیا کہ وہ متفقہ طور پر اس قرارداد کی حمایت کرے تاکہ خدا کی رحمت شامل حال ہو۔ اور یہ بات بھی ثابت ہو سکے کہ ایوان کا کوئی بھی رکن ملک دشمن سرگرمیوں کو برداشت نہیں کر سکتا۔

(مشرق کراچی، اعلان کراچی ۲۶ر جنوری اور دیگر اخبارات)

قرارداد پر بحث شروع کرتے ہوئے وفاقی وزیر بے محکمہ جناب خورشید حسن میر نے سختی سے مخالفت کی۔ یہاں تک کہ انہوں نے مولانا کے اخلاص اور نیت پر حملہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ اکثر و بیشتر اس قسم کی قراردادیں پیش کرتے رہتے ہیں۔ جن کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا کہ ثابت کیا جا سکے کہ صرف اپوزیشن ہی ان باتوں سے آگاہ ہے۔ اور حکومت ان کی روک تھام کے لئے کچھ نہیں کر رہی انہوں نے کہا کہ فحش لٹریچر کے بارہ میں پہلے ہی ایک قانون موجود ہے،

سرکاری ارکان میں سے مسز نرگس نعیم، سید عباس حسین گردیزی، مسٹر حاکم علی زرداری، ملک محمد جعفر نے قرارداد کی مخالفت میں تقریریں کیں۔ اور کچھ نے اس بات سے اتفاق بھی کیا کہ ایسے لٹریچر کی پاکستان میں روک تھام ضروری ہے آزاد رکن جناب نور محمد خاں نے کہا کہ ملک کے نظریاتی دفاع کو زیادہ سے زیادہ اہمیت دی جائے۔

مولانا محمد علی رضوی نے کہا کہ قابل اعتراض لٹریچر کی چھان بین کے لئے ایک کمیٹی بنائی جائے۔

جمعیۃ علماء اسلام کے مولانا صدر الشہید نے کہا کہ یہ قرارداد آئین کے عین مطابق ہے اور تمام ارکان کو اس کی حمایت کرنی چاہیئے۔

راؤ خورشید علی خاں نے کہا۔ اگر فحش لٹریچر پر پابندی کے قوانین موجود ہیں اور انہیں خلوص سے نافذ نہیں کیا جا رہا تو یہ حکومت کی غلطی ہے۔ پھر ایسے قوانین کا کیا مصرف رہ جاتا ہے۔ ابھی اور کئی ارکان اس اہم بنیادی مسئلہ سے متعلق قرارداد پر اظہار خیال کرنا چاہتے تھے اور وقت کم تھا۔ اس لئے سپیکر صاحب نے مزید بحث کو آئندہ جمعرات پر ملتوی کرتے ہوئے اجلاس ختم کیا۔

۳۱ر جنوری کو اس قرارداد پر دوبارہ بحث شروع ہوئی اور گرماگرم تقریریں ہوئیں۔ آخر میں وزیر داخلہ نے سرکاری مؤقف کی ترجمانی کرتے ہوئے قرارداد کی سختی سے مخالفت کی اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ محرک قرارداد نے رائے شماری سے قبل اپنی جوابی اختتامی تقریر میں نہایت درد و سوز سے قرارداد پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اگر غیر مسلم اور مسلمانوں کے عقائد کے منافی اور فحش لٹریچر پر پابندی نہ لگائی جائے۔ مجھے خطرہ ہے کہ یہ ملک ایک اور فلسطین بن جائے گا۔

قرارداد کی حمایت کرنے والے اپوزیشن کے ارکان نے اس بات پر تشویش کا اظہار کیا کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اس ملک میں بے حیائی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

جمعیۃ علماء اسلام کے راہنما مولانا مفتی محمود نے کہا کہ اگر اس ملک میں اس قسم کا کوئی قانون موجود بھی ہے، تو اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہاں الفاظ کے گورکھ دھندوں میں لوگوں کو پھنسایا جا رہا ہے۔ یہاں اسلام ہے لیکن عمل نہیں۔ سوشلزم کی باتیں ہوتی ہیں مگر عمل نہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کی طرف سے فحش لٹریچر

کی قانوناً ممانعت کا ذکر کیا جارہا ہے۔ سینماؤں کے باہر آویزاں تصاویر سے ہی اندازہ ہوجاتا ہے کہ بے حیائی کو کس طرح پھیلایا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب تو ماچس کی ڈبیوں پر بھی عورتوں کی عریاں تصویریں چھپ رہی ہیں جبکہ دوسری طرف کلمہ طیبہ چھپا ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے جذبات کی دو طرفہ توہین جان بوجھ کر ہورہی ہے۔ مگر حکومت خاموش رہتی ہے۔ انہوں نے کہا آئین کے رہنما اصولوں پر عمل کبھی نہیں ہورہا۔

قائد جمعیۃ مولانا مفتی محمود نے کہا۔ یہ اختلافی مسئلہ نہیں۔ اس لئے پارٹی کی سیاست سے بالاتر ہوکر اس قرارداد کو منظور کیا جائے۔ انہوں نے وزیر داخلہ سے اگر ایسے قوانین ہیں تو اس پر عمل کرائیں۔

صاحبزادہ صفی اللہ نے حمایت کرتے ہوئے کہا کہ بعض عناصر خصوصاً مشرقی پاکستان میں ہمارے نظریاتی آسائش کو ختم کرنے کی مسلسل جدوجہد کرتے رہے۔ جس کا حشر سب نے دیکھ لیا ہے۔ مولانا غلام غوث ہزاروی نے بھی مولانا عبدالحق کی قرارداد پر تقریر کی اور کہا کہ ملک میں ننگا ناچ ہورہا ہے۔ بے حیائی بڑھ رہی ہے۔ مگر یہ کام صرف وزیراعظم کا نہیں کہ ایک ایک کے پیچھے پھرتے۔ تمام وزراء اور تمام ارکان تمام ذمہ دار لوگ ملک کے کیرکٹر درست کرنے کی ضرورت محسوس کریں۔ میں مولانا عبدالحق کی قرارداد کی اس وجہ سے حمایت کرتا ہوں کہ اس میں "عقاید" کا بھی ذکر ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے انہوں نے مودودی عقاید اور لٹریچر پر پابندی کا مطالبہ کیا اور پرویزی و احمدی لٹریچر کا بھی۔ جس کی وجہ سے جماعت اسلامی کے ارکان اور مولانا ہزاروی کے درمیان سخت نوک جھونک ہوئی۔

مسٹر احمد رضا قصوری نے قرارداد کی حمایت کی بر کاری بنچوں سے چوہدری جہانگیر علی اور ڈاکٹر محمود عباس بخاری اور گجرات کے حکیم سردار علی وغیرہ نے مخالفت میں تقریریں کیں۔ اور کہا کہ ایسے قوانین پہلے سے موجود ہیں اور یہ کہ دوسرے مذاہب کے لٹریچر پر پابندی ایک منفی عمل ہوگا۔

حکومت کی ترجمانی کرنے والوں میں آخری تقریر وزیر داخلہ عبدالقیوم خاں صاحب نے کی۔ انہوں نے کہا کہ وفاقی حکومت قابل اعتراض کتابچوں اور رسالوں پر پابندی لگا چکی ہے اور ایسے قوانین پر پوری طرح عمل کیا جاتا ہے۔

وزیر داخلہ نے بھی اپنے پیش رو ایک وزیر خورشید حسن میر کا انداز اختیار کرتے ہوئے مولانا عبدالحق کی نیت پر حملہ کیا اور کہا کہ اگر محرک قرارداد یہ چاہتے ہیں کہ صرف حزب اختلاف ہی اسلام کی محافظ ہے تو وہ اس قرارداد کی شدید مخالفت کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ غیر مسلم اقلیتوں کو ان کے مذہبی پرچار سے روکنا ایک منفی انداز ہے۔ اور غیر مسلموں کے لٹریچر پر پابندی سے مسلمانوں کو نقصان ہوگا۔ اس طرح وہ مخالفانہ نقطہ نظر سے بے خبر رہیں گے۔ انہوں نے کہا۔ اس طرح کرنا آئین کی بھی خلاف ورزی ہوگی۔ جس میں ہر شہری کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی دی گئی ہے۔ انہوں نے اس ضمن میں درآمدی پالیسی کا بھی ذکر کیا۔ جس میں فحش اور قابل اعتراض لٹریچر کی درآمد پر پابندی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام میں اتنی قوت ہے کہ اس نے صدیوں سے اپنے خلاف پروپیگنڈہ برداشت کیا ہے۔ اسلام نے سختی سے نہیں محبت سے ترقی کی ہے۔

جناب وزیر داخلہ کی تقریر کے بعد محرک قرارداد مولانا عبدالحق صاحب کی جوابی تقریر تھی۔ مولانا نے کہا:۔

یہ ملک ہم نے بے مثال قربانیوں سے حاصل کیا ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ جس نظریہ کے تحت حاصل ہوا ہے اسے چھوڑ کر ساری قربانیاں ضائع نہ کی جائیں۔ وہ لٹریچر جو اسلام کے خلاف ہے۔ اس سے ایک ایک برس میں کتنے مسلمان پاکستانی عیسائیت اور دوسرے مذاہب کی گود میں جارہے ہیں انہوں نے عیسائی مشنریوں کے حوالے دے کر کہا کہ پاکستان کی زمین ساری دنیا سے ان کے لئے زرخیز ثابت ہوئی ہے مولانا عبدالحق نے زور دے کر کہا کہ خدا کے بندو مجھے خطرہ ہے کہ ہمارا ملک ایک اور فلسطین نہ بن جائے اور کہیں دوسرے کافرانہ مذاہب کا اڈہ نہ بن جائے۔ انہوں نے کہا کہ حاشا و کلا کہ میرا ارادہ حکومت کو بدنام یا اپنے آپ کو نیک نام کرنا نہیں میں اپنی حکومت کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ انہیں بدنام کرنے کے لئے یہ سب کچھ کروں۔ بلکہ یہ تو ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ منکرات کے خلاف آواز اٹھائے۔ خصوصاً حضور کا ارشاد ہے۔ اگر کوئی تم سے کوئی برا کام دیکھے، تو اسے اپنے ہاتھوں سے مٹا دے۔ اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کی مذمت کرے۔ یہ کرنے سے مجبور ہو تو دل سے برا جانے۔ اور یہ ایمان کا آخری درجہ ہے۔ اب چونکہ حکومت کے پاس اقتدار ہے، قوت ہے۔ اسے چاہیئے کہ برائیوں کے خلاف قوت استعمال کرے۔ علماء تو اسلامی عقاید کی حفاظت اور مخالفانہ پروپیگنڈہ کا جواب دینے کے لئے اپنا پلیٹ فارم استعمال کرتے رہیں گے۔ لیکن ایک اسلامی ملک کو اس مقصد کے حصول کے لئے سرکاری نظام کو بھی استعمال میں لانا چاہیئے۔

ہمارے وزیر داخلہ صاحب قانونی ممانعتوں کا بار بار ذکر کر رہے ہیں۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ دوسرے مذاہب کا دل آزار لٹریچر پھیلایا جارہا ہے۔ تو ہمیں بتایا جائے کہ اگر قوانین ہیں تو کتنوں پر مقدمہ چلایا گیا۔ کتنوں کو جیل میں ڈالا گیا۔ جب ایک آرڈیننس نافذ ہوتا ہے تو راتوں رات اس کی تعمیل کی جاتی ہے۔ سی آئی ڈی تلاش کرنے لگتی ہے۔ جیلوں کو بھر دیا جاتا ہے۔ مگر ہمارے عقاید اور نظریہ پاکستان کے بگاڑنے والوں میں سے کتنے لوگ پکڑے گئے۔ کتنوں کو سزا دی گئی۔

مولانا نے کہا۔ ہم اقلیتوں پر پابندی لگانا ہرگز نہیں چاہتے کہ اپنے مذاہب کی پیروی نہ کریں۔ یہ بات تو آئین کی خلاف ورزی ہوگی، بے شک وہ اپنی عبادت گاہوں میں جائیں۔ مگر اتنی آزادی بھی نہیں کہ مسلمان مختلف غیر اخلاقی ہتھکنڈوں اور معاشی مجبوریوں کی وجہ سے اپنا مذہب بدل دیں۔ یہاں اعتراض کیا گیا اور کہا گیا کہ اسلام اتنا کمزور نہیں نہ مسلمان اتنا کمزور ہے تو پھر اسلام ہوتے ہوئے آئے دن چوری اور ڈاکہ زنی کیوں ہورہی ہے۔ اور پھر آپ نے ایسے لوگوں کے لئے سزائیں کیوں تجویز کی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایسی باتوں کو صرف راہنما اصولوں میں رکھنا محض نصیحت ہے۔ اسے آئین کی لازمی دفعات میں شامل کردیا جائے۔ اور جب آئین کی پہلی دفعہ یہ ہے کہ سرکاری مذہب اسلام ہوگا تو ایسی باتیں ہرگز برداشت نہیں کرنی چاہیئیں مولانا عبدالحق نے اس پر بھی افسوس کا اظہار کیا کہ ہمارے وزراء اس اہم دفعہ کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ اور کھلے بندوں مخالفت کررہے ہیں۔ اس لئے کہ پہلے کہا گیا تھا کہ ہماری معیشت سوشلزم ہوگی۔ اس پر اعتراض ہوا تو اس لفظ کو بدل دیا گیا۔ اور یہ طے ہوگیا کہ صرف اسلام ہی مذہب ہوگا اور معیشت کی بنیاد بھی۔ مگر کئی وزراء سوشلزم کا پرچار کر رہے ہیں۔ آئین کا حلف اٹھانے کے بعد اس کی سرعام مخالفت ہوتی رہتی ہے۔ بہرحال اگر سرکاری مذہب اسلام ہے تو اسلام کی منافی چیزیں صرف ممنوع نہیں۔ بلکہ اس پر سخت گرفت ہونی چاہیئے۔

مولانا مدظلہٗ کی تقریر کے بعد سپیکر صاحب نے ایوان سے قرارداد پر رائے شماری کرائی اور حکومتی پارٹی کی اکثریت کی بنا پر قرارداد تو مسترد ہوگئی۔ مگر مجھے اسمبلی ہال کے در و دیوار سے ابھی تک مولانا عبدالحق کی یہ دردناک صدا ٹکراتے ہوئے محسوس ہورہی تھی کہ خدا کے بندو مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یہ ملک ایک اور فلسطین نہ بن جائے۔

بقیہ — آئینہ ایام

تو یورپی تہذیب موت کی وادی میں پہنچ جائے۔ اور اگر اہم سیاسی امور میں مسلم ممالک کے فیصلوں میں وحدت پیدا ہوجائے تو چند سالوں میں عالم اسلام دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن جائے۔ آج اسلامی ممالک کو دفاعی، اقتصادی معاشرتی، سیاسی اور سماجی اشتراک کے مضبوط رشتوں میں منسلک ہوکر یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ غیر مسلم ممالک کی امداد اور تعاون کے بغیر بھی نہ صرف اپنی آزادی اور خود مختاری کا تحفظ کر سکتے ہیں بلکہ ایک بہار آفرین عہد کا آغاز کر سکتے ہیں۔ لیکن اس اتحاد کے لئے ٹھوس بنیاد صرف ایک چیز ہے۔ وحدت فکر و عمل۔

لن یصلح اخر ھذہ الامۃ الا ما صلح بہ اولھا — او کما قال

اپنی ملت کو قیاس اقوام مغرب پر نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و وطن پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

بقیہ — کشمیر

کرنا چاہتے ہیں کہ سرزمین کشمیر میں دبی ہوئی چنگاریوں کو بے ضرر نہ سمجھے بلکہ یہ آگ بھڑکنے والی ہے اور اس کے شعلے دنیا کے خرمن امن کو خاکستر کردیں گے۔ اس لئے امن کے داعیوں کو یہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیئے اور ریاست جموں و کشمیر کے عوام کے حق خود ارادی کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔ ؎

ارض کشمیر ترے جسم کی خونیں تصویر
خاک اور خون میں لتھڑی ہوئی لاشوں کی طرح
اپنی مظلومی کا احساس دلانے کے لئے
آج بھی امن پرستوں کو صدا دیتی ہے

اشفاق احمد ہاشمی مظفر آباد

کشمیر امن پرستوں کو صدا دیتا ہے

تاریخ کے عمل اور سامراج کی بڑھتی ہوئی ریشہ دوانیوں نے عالم اسلام کے قائدین کو باہمی مل بیٹھنے اور ملت مسلمہ کے بکھرے ہوئے شیرازے کو مجتمع کرنے کا موقع فراہم کر دیا ہے اور وہ روز تاریخ میں یادگار دن کی حیثیت سے یاد رہے گا۔ جب سرزمین پاکستان میں عالم اسلام کے قائدین سامراج سے گلو خلاصی، باہمی اتحاد و معاونت، سیاسی، اقتصادی، معاشی اور عسکری محاذوں پر اشتراک عمل کا فیصلہ، اسلامی اقتدار کے احیاء، اسلامی تہذیب و تمدن اور ثقافت کو بروئے کار لانے اور زندگی کے تمام گوشوں میں اسلام کے انقلاب آفریں نظام کے اجراء کا عہد فرمائیں گے۔

● — یہ کانفرنس اپنی نوعیت کے اعتبار سے پہلی کامیاب کوشش ہے جس سے مسلمانوں میں باہمی محبت اور آہنگی پیدا ہوگی۔ اور اپنے دوررس نتائج کی بنا پر کاروان حریت و تمدن کی راہ میں سنگ میل ثابت ہوگی۔

● — گذشتہ دو صدیوں سے مسلمانوں کی سیاست اس بے نوا یتیم بچے کی طرح رہی ہے جو بردہ فروشوں کے ہاتھوں ایک بازار سے دوسرے بازار میں بکتا رہا۔ سامراجی ممالک نے ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کیا جو اسلام کے روحانی اقتدار پہ کاربند رہنے اور اسلام کے لازوال رشتوں میں منسلک ہونے کی وجہ سے دنیا کی عظیم قوت تصور کئے جاتے تھے مگر سامراجی قزاقوں نے بڑی عیاری سے اسلامی دنیا کے تجارتی اور صنعتی مراکز پر قدم جمائے، اور اسلامی دنیا کی سیاست میں دخیل ہو گئے اور جو ملک اپنی سیاسیات پر قابو نہ پا سکے اور اقتصادی حاکمیت بحال نہ کر سکے، وہ اپنا وجود برقرار رکھنے میں خود کفیل نہیں رہتا مسلم ممالک کی سیاست کی باگ ڈور سامراج کے ہاتھوں میں چلی گئی، اور سیاست اپنے اندر ایسی بے پناہ قوت رکھتی ہے۔ جس سے معیشت، معاشرت اور اخلاق سب ہی متاثر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حالات نے مسلمانان عالم کو اس قدر مجبور و بے بس بنا دیا کہ وہ سامراج کے دست نگر بن گئے اور وہ اپنی سیاسی قیادت اور اقتصادی راہنمائی کے لئے ان لوگوں سے امید لگائے رکھے جو عدل و انصاف سے عاری ہونے کے علاوہ انسانی اقدار سے بھی بیگانہ تھے۔

● — مگر سامراجی لٹیروں کی باہمی آویزش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں نے پوری جہادت اور جرأت سے ایشیا، مشرق بعید، مشرق اوسط میں سامراج کے خلاف بھرپور مہم کا آغاز کیا۔ چنانچہ ایشیا میں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اور ان کے رفقاء انگریز کے لئے مرگ ناگہاں اور مشرق اوسط میں جمال عبدالناصر کی شخصیت استعماری قوتوں کے لئے برق تپاں ثابت ہوئی۔ اسی طرح دنیا کی بیشتر اقوام جدوجہد آزادی کے سفر میں منزل سے آشنا ہو چکی ہیں۔

● — لیکن کشمیر کرۂ ارض کا وہ ستم رسیدہ خطہ ہے جہاں آج بھی انسان انسان کی غلامی میں زندگی بسر کر رہا ہے ریاست جموں و کشمیر کے ساٹھ لاکھ مسلمان مغل حاکمیت افغان تسلط، سکھا شاہی، ڈوگرہ راج اور پھر بھارتی ظالمانہ تسلط کی بدولت حیوانوں سے بھی بدتر زندگی گذار نے پر مجبور رہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ کشمیر ہزاروں سال آزاد رہا اور کشمیر کی مردم خیز مٹی نے قحط الرجال کے اس دور میں شیخ انور شاہ کشمیریؒ جیسے محدث اور اتحاد عالم اسلامی کے داعی علامہ اقبالؒ جیسے مفکر کو جنم دیا۔ جو عمر بھر امت مسلمہ کو بطحا کی ادیوں کے ترانے سناتے رہے اور اہل کشمیر کی فراست و تدبر، ہنرمندی، شجاعت، ذہانت کے چرچے زبان زد عام تھے۔ اسی بنا پر کشمیر کو ایران صغیر اور ایشیا کا سوئٹزرلینڈ کہا جاتا تھا۔ لیکن ظالم بھارتی حکومت نے تمام بین الاقوامی ضابطوں اور اصولوں کو پس پشت ڈال کر اپنا ظالمانہ قدم جمایا ہوا ہے۔ اور آزادی کی تحریک کو کچلنے کے لئے پانچ ڈویژن فوج تعینات کر رکھی ہے۔

● — مسئلہ کشمیر بنیادی طور پر پاکستان اور بھارت کے مابین کوئی سرحدی تنازعہ نہیں بلکہ یہ ایک خالصتاً انسانی مسئلہ ہے۔ آج سے ۲۷ برس پہلے اقوام متحدہ کی وساطت سے پاکستان، بھارت اور ساری دنیا نے اس اصول کو تسلیم کیا تھا کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کشمیری عوام اپنی آزادانہ رائے سے کریں گے۔ مگر برہمن بنیئے کی عہد شکنی اور کوتاہ اندیش حکمرانوں کی خود غرضیوں کی بدولت آج تک کشمیری قوم آزادی سے ہمکنار نہ ہو سکی۔

● — کشمیری گذشتہ ۲۷ برس سے بھارتی سامراج سے نبرد آزما ہیں مقبوضہ کشمیر کی جیلیں شمع آزادی کے پروانوں سے آباد ہیں۔ ہزاروں نوجوان وطن کے ناموس کی خاطر کٹ گئے ہیں، لاکھوں بے سروسامانی کے عالم میں وطن سے دور زندگی گذار رہے ہیں۔ تحریک آزادی کشمیر کو بین الاقوامی برادری کی نگاہوں میں زندہ کرنے، دنیا کی ہمدردیاں حاصل کرنے اور تحریک فلسطین کے ہم پلہ بنانے کے لئے ہندوستان کا ایک جہاز اغوا کیا۔ وسائل کی کمی اور حالات کی عدم مساعدت کے باوجود کشمیری حریت پسند بھارت کے ظالمانہ نظام کے لئے آوازہ برہم زن ثابت ہوئے۔ الغرض ۲۷ سال کا یہ طویل عرصہ قربانیوں اور مایوسیوں کی ایک المناک داستان ہے۔ مگر کشمیری حد متارکہ جنگ کے دونوں طرف اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ یہ حد متارکہ جنگ اس لئے قائم کی گئی تھی کہ کسی طرف سے گولی نہ چلائی جائے۔ اس میں کشمیریوں کو ایک طرف سے دوسری طرف جانے کی پابندی عائد نہ کی گئی تھی۔ لیکن اس ستائیس برس کے عرصہ میں گولیاں مسلسل چلتی رہی ہیں۔ مگر کشمیریوں کی آمدورفت کو جبراً روکا گیا۔ بھارتی غاصبوں نے ایسے جمہوریت کش قانون بنائے کہ جن کی بنا پر اہل وطن اپنے وطن کے ایک حصے سے دوسرے حصے میں جانے کے جرم میں سزائیں بھگتتے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن کشمیری قوم کشمیر کی سیاسی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے تیار نہیں وہ کسی تقسیم کو تسلیم نہیں کرتی۔

● — اس وقت ساٹھ لاکھ مجبور و بے بس مظلوم کشمیری مسلمانوں کی یاس بھری نگاہیں اپنے عرب بھائیوں اور مسلم سربراہوں کی طرف لگی ہوئی ہیں کہ وہ اس کانفرنس میں کشمیری قوم کو آزادی کی نعمت سے سرفراز نے اور اسے دنیا کی آزاد قوموں کی صف میں کھڑا کر کے عزت کا مقام دلانے کے لئے کیا اقدامات کرتے ہیں۔

مسئلہ کشمیر کے انسانی پہلوؤں کے علاوہ ایک مذہبی اور نظریاتی پہلو بھی ہے۔ کیونکہ کشمیر کی حریت کی تحریک کی بنیاد اسلام ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلامی دنیا کشمیر کے تصفیہ سے صرف نظر نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اسلام انسانیت کے اصولوں انسانوں اور قوموں کی آزادی کا علمبردار ہے اور اہل اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ بارہا مسلمان سربراہ غیر مسلم مظلوم قوموں کی مدد کو پہنچے۔ اس لئے اسلامی دنیا کے رہنماؤں کی حیثیت سے ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے کشمیری بھائیوں کو موجودہ مشکلات و مصائب اور جبر و تسلط سے نجات دلانے کے لئے اپنے پورے وسائل اور اثر و رسوخ کو استعمال کریں۔ یہ فرض اسلامی ممالک پر انسانی حقوق کے عالمی منشور اور اقوام متحدہ کے چارٹر کے دستخط کنندگان کی حیثیت سے بھی عائد ہوتا ہے۔ اقوام متحدہ کے ممبر کی حیثیت سے بھی اسلامی ملکوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ حق خود ارادیت کے حصول کی جدوجہد میں کشمیری عوام کا ساتھ دیں۔ کیونکہ اقوام متحدہ اپنی قراردادوں کی رو سے کشمیریوں کو حق خود ارادیت دلانے کا پابند ہے۔

● — حکومت پاکستان اور کانفرنس کے شرکاء سے ہماری درخواست ہے کہ جس طرح تحریک فلسطین کے قائدین کو کانفرنس میں شریک کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح جموں و کشمیر قومی محاذ آزادی کے ایک وفد کو بھی کانفرنس میں شریک کیا جائے۔ جو کانفرنس میں مسئلہ کشمیر کے بارے میں کشمیریوں کے نقطۂ نظر کی وضاحت کرے۔ ورنہ یہ حقیقت روز روشن کی مانند عیاں ہو چکی ہے کہ کشمیری قوم کروٹ لے چکی ہے اور اب اسے دنیا کی کوئی طاقت بڑی سے بڑی حکومت اور ادارہ غلام نہیں بنا سکتا۔ اس لئے ہم دنیا پر واضح

(باقی صفحہ پر)

حق نواز خلیل پشاور

عرب اسرائیل تنازعہ کا تیسرا راؤنڈ

عرب اسرائیل تنازعہ تیسرے راؤنڈ میں داخل ہوا چاہتا ہے۔ پہلا راؤنڈ میدان جنگ تھا، جس میں مصری افواج ایک طوفان کی طرح بڑھ کر سویز کے مشرقی کنارے صحرائے سینا میں پھیل گئی تھیں۔ دوسرے راؤنڈ میں افواج کی واپسی کے لئے سیاسی میدان میں ڈپلومیسی کے جوہر دکھائے گئے۔ اس میدان میں بھی عرب سربراہان ایک شورائی انداز میں متحد رہے۔ یہ میدان بھی عرب اور خصوصی طور پر مصر کے ہاتھ رہا۔

جنگ کے نتیجہ میں ہرچند مصری افواج نے اسرائیلی مہارت و طاقت کا سحر توڑ کر اسے ایک شکست خوردہ حریف بنا دیا۔ اور یہ احساس شکست اتنا شدید اور دیرپا ثابت ہوا کہ اس کا اثر افواج کی واپسی کے ایک عجیب و غریب فیصلہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

لیکن اس جزوی کامیابی کے باوجود مغربی کنارے پر اسرائیلی افواج کی پیش قدمی اور فاتحانہ انداز اس بات کا متقاضی تھا کہ جنگ کو طول نہ دیا جائے۔ اور اس حقیقت کی طرف مصر کے مایۂ ناز فرزند انور السادات نے اشارہ کیا کہ مصر امریکہ سے جنگ نہیں کر سکتا۔ امریکی ساتویں بیڑے کی موجودگی اور پھر اسرائیل کے لئے امریکی جہازوں کی اڑانیں، مصری افواج کی کمزور پہلوؤں کی ریڈیائی تصاویر کی بدولت اسرائیلی ہائی کمان کی منصوبہ بندی گویا سوائے زمانہ ساتویں بحری بیڑے سے ہو رہی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس پوزیشن میں مصر اگر جنگ کو طول دیتا تو اسے مغربی کنارے پر اسرائیلی افواج کے ہاتھوں زیادہ نقصان پہنچ سکتا تھا اور سینائی میں بارلیف لائن کو روندتی ہوئی بڑھنے والی مصری افواج کے لئے بھی رکاوٹ ثابت ہوتی۔

بہرحال اگر مصری افواج روسی انداز جنگ کو اپناتیں اور نہر سویز کو عبور کر کے چھ گھنٹوں کے اندر اندر لومیل آگے بڑھ کر میزائیلوں کی تنصیب اور اپنے استحکام کے علاوہ جارحانہ انداز میں آگے بڑھنے کی طوفانی رفتار برقرار رکھتیں اور قدم قدم بڑھنے کی روسی جنگی ڈپلومیسی کو روس کے بر غبار علاقہ کے لئے مختص تصور کرتے ہوئے بارلیف لائن سے گذر کر ان تینوں دروں سے بھی آگے بڑھ جاتیں تو شاید مغربی حصہ پر اسرائیل ٹریجڈی کا وقوع نہ ہوتا۔

دوم: اس انداز میں پیدا ہونے والے خلا کو اگر متحدہ عرب افواج کے دستوں سے پُر کر لیا جاتا تو مقبوضات کے عدم استحکام کے بھوت سے چھٹکارا مل سکتا تھا۔ بہرحال مصر کی یک طرفہ جنگ بندی کو اگر اس انداز میں دیکھا جائے، تو اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ جس کے لئے انور السادات کو عرب امارتوں کا دورہ کرنا پڑا۔

دوسرے راؤنڈ میں افواج کی واپسی کا اہتمام تھا، ظاہر ہے کہ صحرائے سینا مصر کا علاقہ ہے۔ لہٰذا سینائی سے مصری افواج کی واپسی کا کوئی شخص تصور بھی نہیں کر سکتا مصر کی طرف سے یہی بات متوقع ہو سکتی تھی۔ وہ مشرقی کنارے پر اپنی افواج کی تعداد کم کر دے اور وہ بھی اس انداز میں کہ مصری اور اسرائیلی افواج کے درمیان ایک مناسب غیر فوجی علاقہ رکھا جائے۔ دوم یہ کہ سویز سے اسرائیلی جہازوں کی "گذر" کی سہولت۔ ان دونوں باتوں میں پہلی بات مصر نے قبول کر لی ہے۔ اور اب جبکہ مغربی کنارے سے اسرائیلی افواج کا انخلاء ۲۱۔ فروری کو مکمل ہو جائے گا، مصر کسی حد تک اپنی افواج کو مشرقی کنارے میں کم کرے گا۔ اور درمیان میں متحدہ عالمی برادری کے دستے ہوں گے۔

اسی محاذ پر عرب کے تمام تیل پیدا کرنے والے ملکوں نے نہایت آزادی سے تیل کو ایک ہتھیار کے طور پر سیاسی میدان میں استعمال کیا ہے جس کے دور رس نتائج سامنے آگئے ہیں۔ ایران اگرچہ غیر عرب ملک ہے۔ مگر تیل کی پیداوار کے لحاظ سے عرب تیل کا اتحادی ہے۔

تیل کی روزانہ پیداوار یوں ہے۔ ایران ۵ لاکھ ۲۰ ہزار بیرل۔ سعودی عرب ۵ لاکھ بیرل۔ کویت ۳ لاکھ بیرل، لیبیا ۲ لاکھ بیرل، عراق ایک لاکھ ۲۰ ہزار بیرل۔ ابوظہبی ایک لاکھ ۱۰ ہزار بیرل، قطر اور عمان ۹ ہزار اور ۵ ہزار بیرل روزانہ تیل پیدا کرتے ہیں۔ عرب کی اس دولت پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ امریکہ، برطانیہ فرانس، جاپان وغیرہ جو عرب تیل کے خریدار ہیں، عرب کے اس دباؤ کو اچھی طرح محسوس کریں گے۔ اور اگر یہ دباؤ زیادہ عرصہ جاری رہا تو ان ملکوں کی طرح ۱۹۳۲ء کی پیداوار شدید طور پر متاثر ہوگی۔ اب بھی برطانیہ میں تیل کی کمی کی وجہ سے کارخانے ہفتہ میں تین دن کام کرتے ہیں۔ جس کا اولیں اثر مہنگائی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ نتیجۃً ہڑتالوں کی نوبت آگئی۔ ریلوے کی رفتار میں کمی اور پھر ہڑتال پر نوبت پہنچ گئی۔ امریکہ نے اتوار کو تیل کی فروخت بند کر دی۔ آرائشی روشنیاں گل۔ گھڑیاں ایک گھنٹہ آگے کر دی گئیں تاکہ لوگ سویرے صبح کریں اور ایک گھنٹہ لیٹ شام۔ رفتار ۵۵ میل مقرر کر دی گئی۔ سکول و کالج مزید بند کر دیئے گئے۔ صدر نکسن نے اعلان کر دیا کہ تیل کی کمی کی وجہ سے اس سال پیداوار کم ہوگی۔ ظاہر ہے۔ ان تمام باتوں کا اثر مہنگائی کی صورت میں ظاہر ہونا ضروری ہے۔ جاپان بھی جو ایک خالص صنعتی ملک ہے ایسے ہی حالات سے دوچار ہے یہ ہے عرب اسرائیل تنازعہ کا دوسرا راؤنڈ۔

عرب اسرائیل کی موجودہ حالت جنگ ان مقبوضات کی واگذاری کا نتیجہ ہے۔ جس پر اسرائیل نے ۱۹۶۷ء میں قبضہ کر لیا تھا۔ ۱۹۷۳ء کی جنگ نے عربوں میں اعتماد اور خودداری کا بے پناہ جوش اور ولولہ پیدا کر دیا ہے۔ عرب افواج کے تاریخی کارناموں نے جہاں عالم اسلام کے جوش و خروش میں اضافہ کیا، وہاں سعودی عرب کے شاہ فیصل کے باوقار قائدانہ اقدام نے مسلمانوں کے دل موہ لئے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں سعودی عرب ہر آزمائش قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ عرب میں اردن کے علاوہ سعودی عرب امریکہ کا دوست تصور کیا جاتا تھا۔ اور شاہ فیصل سے امریکہ کو ایسے کسی اقدام کی توقع نہ تھی۔ لیکن اب یہ بڑی عجیب بات ہے۔ تیل کی بندش پر سخت اقدامات سعودی عرب ہی نے کئے ہیں۔

اس اقدام کا تجزیہ کیا جائے تو کئی وجوہ سامنے آتے ہیں۔ اولاً یہ کہ مصر کے صدر جناب انور السادات کے اس بہادرانہ اقدام سے جہاں مصر کی پوزیشن ابھر کر ایک دفعہ پھر عرب دنیا پر چھا گئی۔ وہاں جناب سادات کی مرکزی پوزیشن کو بھی اٹھان ملی۔ شاہ فیصل نے اپنے اس اقدام سے اپنی پوزیشن کو بھی جناب سادات کے مقابلہ میں برابر کے درجہ میں رکھنے کی کوشش کی۔ دوم۔ سعودی عرب کی دولت ڈالر کی حیثیت میں اب بھی امریکہ کے بنکوں میں دولت موجود ہے۔ جس کے لئے امریکہ خواہاں ہے کہ سعودی عرب یہ ڈالر امریکہ کی صنعت میں لگا دے، تاکہ ایک طرف امریکہ کو سرمایہ میسر ہو دوسری طرف شاہ فیصل کو فائدہ۔ شاہ فیصل کو خطرہ ہے کہ امریکہ ایسے ہی کسی اقدام کے نتیجہ میں جواباً وہ رقم ضبط نہ کرلے اس لئے سعودی عرب نے تیل کو زمین ہی میں رکھ کر آئندہ کے لئے زیادہ گراں قیمت وصول کرنے کی چال چلی ہے تاکہ وہ آئندہ تیل کے بدلہ ڈالر کے علاوہ اسلحہ وغیرہ خرید سکیں۔

یہ دونوں آراء مغربی مبصرین کی ہیں۔ ورنہ ایک مسلمان کی حیثیت میں ہم یہ کہیں گے کہ شاہ فیصل بیت اللہ کے کنجی بردار ہونے کی وجہ سے ہمیشہ قابل احترام رہے ہیں۔ شاہ فیصل خود انور السادات کی طرح قدامت پسند ہیں اور یہ فطری طور پر دونوں کی عمر کا تقاضا ہے۔

مصر آبادی کے لحاظ سے عرب میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اور پھر گذشتہ بیس سالوں میں مصر کے مرحوم جمال عبدالناصر عرب قوم کے لئے ایک پرکشش مرکزی شخصیت تھے۔ مصر کی یہ مرکزیت جناب انور السادات نے بھی برقرار رکھی۔ اور بحیثیت مسلمان جناب انور السادات یا وہاں یا سعودی عرب کے جناب شاہ فیصل، اردن کے جواں سال شاہ حسین ہوں یا لیبیا کے صدر اور انقلابی تحریکوں کے مرکز کرنل قذافی، ان میں کوئی اونچ نیچ نہیں ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

شاہ فیصل نے جو بھی فیصلے کئے۔ ایک دردمند اور مخلص مسلمان کی حیثیت سے کئے ہیں اور اس پر جو فوائد آئندہ مرتب ہوں گے۔ وہ ان اقدامات کے فطری نتیجہ ہیں۔ بہرحال اب عرب مملکتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس تیسرے راؤنڈ میں متحد ہو کر مقبوضات کی واگذاری کے لئے یک جان ہو جائیں تاکہ امریکہ ایک مرتبہ پھر اپنے مفادات کے لئے اسرائیل کو مجبور کرے کہ وہ شام کی جولان کی پہاڑیاں بیت المقدس

(باقی صفحہ ۸ پر)

کاروانِ جمعیۃ منزل بہ منزل

صوفی عبدالصمد رہا ہو گئے

کراچی (نمائندہ خصوصی ۔ جمعیۃ علماء اسلام کراچی شہر کے سرگرم کارکن مجاہد صوفی عبدالصمد صاحب گذشتہ جمعہ کو سنٹرل جیل کراچی سے رہا ہو گئے۔ جیل سے رہائی پر ان کا شاندار استقبال کیا گیا اور جلوس کی شکل میں مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن تک لایا گیا۔ واضح رہے کہ ترجمان اسلام کے ایک شمارہ میں صوفی صاحب کے ہمراہ محمد سعید صابر کی گرفتاری کی خبر چھپ گئی ہے۔ یہ اطلاع غلط ہے۔ البتہ صابر صاحب پر ابھی تک مقدمہ چل رہا ہے۔

علم دین ہی بقاء دین کا ذریعہ ہے

(مولانا محمد یوسف)

تراڑکھل۔ جمعیۃ علماء آزاد کشمیر کے صدر اور دار العلوم پلندری کے مہتمم مولانا محمد یوسف خان نے مدارس اسلامیہ کے قیام پر زور دیا ہے۔ وہ آج یہاں ایک عظیم الشان جلسۂ عام سے خطاب فرما رہے تھے۔ مولانا نے علم دین کی اہمیت اور فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ مدارس اسلامیہ اس زمانے میں اسلام کی حفاظت کا قلعہ ہیں اور دین کا بقاء ان ہی مدارس کی وجہ سے ہے مولانا نے فرمایا۔ اس زمانے میں جو جدید فتنے رونما ہو رہے ہیں اور مسلمانوں میں قرآن و سنت سے نفرت اور اسلامی قانون کا فقدان نظر آتا ہے۔ یہ سب جہالت کا نتیجہ ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ علم دین ہی بقاء دین کا ذریعہ ہے اگر دین کا علم ہی نہ رہے اور یہ پتہ نہ ہو کہ اسلام کی تعلیم کیا ہے تو پھر یقیناً دین بھی باقی نہیں رہ سکتا۔

جامع مسجد ہولاڑ میں ایک عظیم الشان اجتماع میں اتباع رسول کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ زندگی کے ہر شعبہ میں ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی سے ہدایت حاصل کی جائے۔

اسلامی مطالبات کی مخالفت کرنے والے ارکانِ اسمبلی کا محاسبہ کیا جائے

حضرت مولانا عبدالحق کو اسلامی قراردادیں پیش کرنے پر خراج تحسین

جمعیۃ علماء اسلام لاہور کا اجلاس اور مطالبات

لاہور ۔ جمعیۃ علماء اسلام لاہور کا ایک اجلاس حضرت مولانا عبیداللہ انور کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ جس میں ملک کی تازہ ترین سیاسی صورت حال کے علاوہ قومی اسمبلی میں جمعیۃ کے راہنما شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ کی طرف سے پیش کردہ قراردادوں کو محض پارٹی بازی کی بنا پر رد کر دینے کی سرکاری پالیسی پر غور و خوض کیا گیا جناب عبدالحمید بٹ امیر شہر نے ان قراردادوں کی تفصیل پیش کی۔ جو مولانا عبدالحق صاحب نے قومی اسمبلی میں پیش کیں۔ لیکن حکمران پارٹی نے اکثریت کے زعم میں ان خالص اسلامی قراردادوں کو مسترد کر دیا۔ ان قراردادوں کے متون درج ذیل ہیں۔

(۱) اس اسمبلی کی رائے ہے کہ پاکستان بھر میں پوری اقتصادی اور معاشی کاروباری نظام از قسم بینکنگ وغیرہ ختم کر کے اسے اسلامی دائرہ میں ڈھال دیا جائے۔

(۲) اس اسمبلی کی رائے ہے کہ پاکستان بھر میں ایسے لٹریچر کا فروغ و اشاعت اور ملک میں داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔ جس سے مسلمانوں کے اخلاق و عقائد اور نظریہ پاکستان متاثر ہو سکتے ہوں۔ نیز عریاں اور فحش لٹریچر کی بھی ممانعت کی جائے۔

(۳) اس اسمبلی کی رائے ہے کہ ملک میں ثقافت اور کلچر کے نام سے ہونے والی تمام ایسی سرگرمیوں (ڈانس ناچ گانا وغیرہ) پر پابندی لگائی جائے۔ جس سے معاشرہ میں اخلاقی برائیاں اور فحاشی اور بے حیائی پھیل رہی ہو، نیز رقص و سرود کرنے والے ثقافتی طائفوں کا بیرون ملک سے تبادلہ بند کر دیا جائے۔

(۴) اس اسمبلی کی رائے ہے کہ پاکستان بھر میں شراب کے پینے، بنانے، خرید و فروخت اور درآمد و برآمد پر مکمل پابندی عائد کی جائے۔

(۵) اس اسمبلی کی رائے ہے کہ شعبہ خاندانی منصوبہ بندی فی الفور بند کر دیا جائے۔ کیونکہ اس کی کارکردگی قرآن پاک سنت اور اسلام کے منافی ہے۔ اس شعبہ کے ملازمین کسی دوسرے محکمہ میں مدغم کئے جائیں۔

(۶) قومی اسمبلی کی رائے ہے کہ ملک بھر میں گھوڑ دوڑ (ریس کورس) کے نام پر ہونیوالی جوا اور دیگر ہر قسم کی قمار بازی پر پابندی لگائی جائے۔

نیز ایک قرارداد قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے اور ان کی ارتدادی سرگرمیوں پر پابندی عائد کرنے کے بارے میں بھی تھی جو اسمبلی میں حکمران پارٹی نے اکثریت کے زعم میں مسترد کر دی

جناب عبدالحمید بٹ نے ان قراردادوں کی تفصیل بیان کرنے کے بعد کہا کہ ہمیں اس بات پر اچھی طرح سوچ بچار کر لینا چاہیئے کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے۔ کیونکہ عوام سے اسلام کے نام پر ووٹ لینے والے ارکان اسمبلی نے خالص اسلامی مطالبات کی کھلم کھلا مخالفت کی ہے۔ آپ نے کہا۔ علماء کرام اور ذمہ دار مفتیانِ کرام کے سامنے یہ مسئلہ رکھنا چاہیئے کہ اسلامی مطالبہ کو پارٹی بازی کی بنیاد پر رد کر دینے والے لوگوں کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

آپ نے کہا۔ اب ہمیں سروں پر کفن باندھ کر میدان میں نکل آنا چاہیئے۔ کیونکہ اسلام ہم سے قربانی کا مطالبہ کرتا ہے۔

اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کو وقتاً فوقتاً اسلامی مطالبات پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے اسلامی قراردادوں کی مخالفت کرنے والے ارکان اسمبلی کی شدید مذمت کی گئی۔ اور جمعیۃ کی مرکزی قیادت سے سفارش کی گئی کہ اس سلسلہ میں ٹھوس اور واضح لائحہ عمل اختیار کیا جائے تاکہ پاکستان کے عوام اسلامی نظام کی منزل کی طرف قدم بڑھا سکیں اور اسلام کے نام پر منتخب ہو کر اسلام کی مخالفت کرنے والے ارکان اسمبلی کا محاسبہ کیا جا سکے

چودھری ظفراللہ کے دورۂ بھارت پر حیرت

کراچی (نمائندہ خصوصی) حنفیہ جامع مسجد بلدیہ ٹاؤن کے خطیب مولانا حسین احمد صاحب نے ایک بیان میں مشہور قادیانی چودھری ظفراللہ کے مبینہ دورۂ بھارت پر سخت حیرت کا اظہار کیا ہے جبکہ دونوں ملکوں کے درمیان ویزا اور پاسپورٹ کے اندراجات بند ہیں۔

مولانا حسین احمد نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس غدار ملک و قوم کے خفیہ دورہ بھارت کی مکمل تحقیقات کرے اور اس جرم کے کرتا دھرتا کو سخت ترین سزائیں دی جائیں۔ جو کہ پاکستان اور [illegible] کے درمیان جاسوسی کے فرائض سرانجام د[illegible]

ترجمان [illegible]

ڈیرہ غازی خاں میں جلسۂ عام

مفکر اسلام قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب یکم مارچ کو ڈیرہ غازی خاں میں بعد نماز عشاء کمپنی باغ بالمقابل مسجد پیارے والی جلسہ عام سے خطاب فرمائیں گے۔

مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانی اور قاری نور الحق قریشی بھی جلسہ میں تقاریر کریں گے۔

مسجد گرانے کا حکم واپس لیا جائے

خانپور۔ جمعیۃ علماء اسلام خانپور نے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ آئین پر مکمل طور پر عمل درآمد کرے۔ مقامی جمعیۃ کی طرف سے ایک پریس ریلیز میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے مطالبہ میں یہ کہا گیا ہے کہ جب آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کر لی گئی ہے تو حکومت پاکستان کو چاہیئے کہ مرزائی فرقہ کو جو کہ اسلام سے خارج ہیں۔ غیر مسلم اقلیت قرار دے کر آئین پر مکمل طور پر عمل کرے۔

(۲) سرحد و بلوچستان میں عوامی حکومتیں بحال کر کے وہاں کے عوام کا احترام کرتے ہوئے ان پر ظلم و تشدد کی پالیسی ترک کر دی جائے۔

(۳) لاڑکانہ میں مسجد (نور) کو کمال اتاترک نامی روڈ کو کشادہ کرنے کے لئے گرانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس حکم کو واپس لے کر مداخلت فی الدین کی گھناؤنی سازش کو ختم کیا جائے۔

(۴) تمام سیاسی لیڈروں عطاء اللہ مینگل، بزنجو، خیر بخش مری اور بقیہ جمعیۃ و نیپ کے گرفتار شدہ کارکنوں، طلباء وغیرہ مردوں کو فوراً رہا کیا جائے اور ان پر تشدد کی پالیسی ختم کی جائے۔

جمعیۃ اسلامی نظام کا نفاذ چاہتی ہے

جنوبی وزیرستان کے صدر مقام وانا میں جمعیۃ علماء اسلام کے دفتر کے افتتاح کے موقع پر ایک عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مولانا حافظ عبدالرؤف اور جناب ڈاکٹر غلام رسول نے کہا کہ جمعیۃ علماء اسلام کا مقصد ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ اور اسلامی تہذیب کا احیاء چاہتی ہے اور وہ تمام تر مخالفتوں کے باوجود یہ جدوجہد جاری رکھے گی۔

جلسہ عام میں شریک ہزاروں افراد نے متفقہ طور پر قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود کی قیادت پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے اسلامی نظام کی جدوجہد میں انہیں مکمل تعاون کا یقین دلایا۔

مسئلہ کشمیر پر بھی غور کیا جائے

جمعیۃ طلباء اسلام آزاد کشمیر ضلع گوجرانوالہ کے ناظم اعلیٰ چوہدری ضیاء الرحمٰن کوٹوی نے ایک بیان میں مسلم سربراہ کانفرنس کا خیر مقدم کرتے ہوئے مسلم قائدین سے مطالبہ کیا کہ کانفرنس میں کشمیر کے ۶۰ لاکھ مسلمانوں کو بھارتی استعمار کی گرفت سے نجات دلانے کے لئے مسئلہ پر بھی ٹھوس لائحہ عمل طے کیا جائے۔ چوہدری صاحب نے کہا کشمیر کے عوام حق خود ارادیت سے کم کسی بات سے راضی نہیں ہوں گے اور وہ کسی سیاسی سودے بازی کو قبول نہیں کریں گے۔ کشمیری حریت پسندوں نے آزادی کی خاطر بے پناہ قربانیاں دی ہیں اور نئی کشمیری پود ان قربانیوں کو رائیگاں نہیں جانے دے گی۔

انتقال پُر ملال

سردار فضل الرحمان خاں خورجکزئی المعروف زمان خاں خورجکزئی ۹ جنوری ۱۹۷۴ء کو انتقال کر گئے ہیں۔ مرحوم نے صبح کی نماز باجماعت ادا کی۔ پھر عشر کی رقم بذات خود جا کر ایک محلہ کے مساکین کو دی۔ بعدازاں اپنے تمام گھر والوں کو بلا کر وصیت کی اور قرضہ جات لکھوانے شروع کر دیئے جب یہ سب کچھ ہو چکا تو اپنے بیوی بچوں کو کہا۔ کلمہ طیبہ پڑھو اور کہا کہ اب میری موت قریب آگئی ہے۔ تمام گھر میں کہرام مچ گیا۔ اور پھر مرحوم خود کلمہ طیبہ اور ربنا آتنا فی الدنیا الخ آیت تلاوت کر کے اللہ کو پیارے ہو گئے۔

مرحوم جمعیۃ علماء اسلام کے سرگرم معاون تھے۔ نماز جنازہ جمعیۃ کے ممتاز راہنما حضرت مولانا علاؤ الدین صاحب نے پڑھائی۔

ادارہ ترجمان اسلام سردار صاحب کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ درجات عطا فرما دیں۔

اسلامی کانفرنس پر

”مسلماں خدا کی قسم ایک ہیں“

یقیناً عرب اور عجم ایک ہیں — وطن کوئی بھی ہو بہم ایک ہیں

ہنود و یہود و نصاریٰ سنیں — مسلماں خدا کی قسم ایک ہیں

دلوں میں جو ہے ربط اس کی طفیل — ہماری خوشی اور الم ایک ہیں

مسلمان مرنے سے ڈرتا نہیں — کہ اس کو وجود و عدم ایک ہیں

کچل دو عدو کا سرِ پُر غرور — لگا کر یہ نعرہ، کہ ہم ایک ہیں

اُدھر کافروں میں اگر میل ہے — اِدھر بھی تو اہلِ حرم ایک ہیں

مسلمان قدرت کا وہ تیر ہے

کہ جو صید ہے اس کا نخچیر ہے

از قلم الحاج امین گیلانی

سالانہ جلسہ

مدرسہ عربیہ مفتاح العلوم سبی کا سالانہ جلسہ بتاریخ ۶، ۷، ۸، صفر المظفر ۱۳۹۵ھ مطابق یکم، دوئم، سوئم مارچ ۱۹۷۴ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار منعقد ہو رہا ہے۔ مندرجہ ذیل حضرات شرکت فرما رہے ہیں۔ حضرت مولانا محمد لقمان صاحب علی پوری، حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری، حضرت مولانا غلام حیدر اوڈانی، حضرت مولانا شریف اللہ (سندھ) المعلن حاجی ثناء اللہ مہتمم مدرسہ عربیہ مفتاح العلوم نزد مارکیٹ سبی (بلوچستان)

أيها المسلمون !

بطل العروبة والاسلام
جمال عبد الناصر

عودوا الى الله مخلصين له الدين

نبذة من كلمات الزعيم المومن السيد جمال عبد الناصر تغمده الله بغفرانه انتخبتها من كتاب "بطل العروبة والاسلام جمال عبد الناصر" — طبعه المجلس الاعلى للشئون الاسلامية بالقاهرة

(زاهد الراشدى مدير المجلة)

ستشرق الارض بنور ربها

قال الرئيس جمال عبد الناصر فى اغسطس سنه ١٩٥٣ بمناسبة عيد الاضحى

ايها المواطنون اننا اشد مانكون حاجة الى المبادئ السامية والمثل العالية التى تقوم عليها اعيادنا ونحن نجتاز معركة تحرير البلاد فاذا كنا قد احتفلنا بعيد الفطر المبارك عيد الصوم والصبر والجهاد فاننا نحتفل اليوم بعيد الطاعة والتضحية ان صدقتم الله وجاهدتم فى سبيله ونصرتمو فسينصركم نصرا عزيزا وستشرق الارض بنور ربها وسينقذ الله الاسلام والمسلمين من هذه المحنة كما انقذ اسماعيل وفداه بذبح عظيم۔

الاسلام هو دين العدالة الاجتماعية

وقال فى ٢٨ يولية سنه ١٩٦٣

"الاسلام هو الدين الحق هو دين الحرية الاسلام هو دين العدالة الاجتماعية، الاسلام هو ان يكون الحكم للشعب، هذا هو المثل الذى اعطانا محمد عليه الصلوة والسلام وبهذا استطاع الاسلام فى الايام الأولى ان يقضى وان يهزم اقوى الدول واقوى الامبراطوريات"۔

عودوا الى الله مخلصين له الدين

وقال فى نوفمبر ١٩٥٣ فى ذكرى المولد النبوى الشريف

ايها المسلمون ان كان للانسانية يوم تفخر به على الزمان وان كان للبشر عيد تحتفل به على مر الايام فان اكرم يوم وأعز عيد فى تاريخنا هو يوم ان تطهرت الارض من الشرك والوثنية يوم ان سمت البشرية فتخلصت من هاوية الارض لتعتنق روحانية السماء يوم مولد رسول الله ايها المسلمون، ان السماء لتبكى على ماصارت اليه امور المسلمين من ضعف وهو ان نسو الله فانساهم انفسهم وتخلوا عن رسالته فحل عليهم غضب واستبدت بهم قوى الشر وتحكمت فيهم يد الاستعمار واصبح بأسهم بينهم شديدا۔

"الم يان للذين آمنوا ان تخشع قلوبهم لذكر الله ومانزل من الحق ولا يكونوا كالذين اوتوا الكتاب من قبل فطال عليهم الامد فقست قلوبهم وكثير منهم فاسقون"۔

ايها المسلمون عودوا الى الله مخلصين له الدين ... اتقوا الله وكونوا مع الصادقين .... اقيموا الصلوة وآتوا الزكوة وامروا بالمعروف وانهوا عن المنكر .... واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا .... واطيعوا الله ورسوله ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم هل ادلكم على سنة الله ورسوله ؟

لتكن المعرفة رأس مالكم، والعقل اصل دينكم، والحب اساسكم والشوق مركبكم وذكر الله انيسكم، والثقة كنزكم والعلم سلاحكم والصبر ردائكم واليقين قوتكم والطاعة حسبكم، والجهاد خلقكم۔

مصدرا اساسيا للتقنين

وفى سنة ١٩٦٢ اصدر جمال عبد الناصر تقرير الميثاق نصوصا آمرة تعتبر ركائز للمجتمع العربى ومنها قوله۔

"يجب علينا فى مجتمعنا الجديد ان نعنى بكشف حقيقة الدين وتجلية جوهر رسالته لكى تكون قيمته الروحية الخالدة اساسا لقيم المجتمع الجديد ولكى تكون الشريعة الغراء مصدرا اساسيا للتقنين"۔

ينبوع دافق بالرحمة والاحسان

وقال الزعيم جمال عبد الناصر فى نوفمبر عام ١٩٥٤ بذكرى المولد النبوى الشريف،

والحق ان صاحب الرسالة العظمى قد زوده الله بثروة من الشرف والصراحة والثبات هى كفاء ماحمل من امانة وبلغ من رسالة ولن يصل صاحب رسالة نبيلة الى غاية الا اذا مشى فى هذه السبيل المشرقة من الصراحة والصدق وعدم انتهاز الغرض لبناء مجد كاذب او اكتساب عظمة زائفة ان محمدا عليه الصلوة والسلام يجب ان يدرس ويعرف ليدرك الناس من خلاله الزكية ونفسه النقية مايعمر القلوب بالاخلاص والبر وليس يروى حيرى النفوس الا ينبوع دافق بالرحمة والاحسان وكذلك كان رسول الله وكذلك يجب ان يسير المقتدون به الآخذون برسالته۔

الحل الأخير لمشكلة الانسانية

قدم الرئيس جمال عبد الناصر تغمده الله بغفرانه لكتاب "العدالة الاجتماعية وحقوق الفرد" وقال۔

ونقف نحن العرب والمسلمين فى هذا الجانب من العالم نشهد الصراع الذى يدور بين هذه المذاهب المادية والمبتدعة ونرقب المعارك الناشبة بين بعض الشعوب وحكوماتها حول تلك المذاهب فنعجب اشد العجب ..... لأن مشكلة الفرد والجماعة التى حيرت كل المفكرين والفلاسفة فى أوربا منذ قرنين او قرون قد وجدت الحل الصحيح فى بلادنا منذ الف وثلثمائة سنة منذ نزل القرآن على محمد بن عبد الله يدعو الى الاخوة الاسلامية ويفصل مبادئ العدالة الاجتماعية على اساس من التراحم والتكافل الاخوى والايثار على النفس فى سبيل النفع العام للجماعة من غير طغيان على حرية الفرد ولا اذلال له ولا انكار لذاتيته۔

ان الله يأمر بالعدل والاحسان وايتاء ذى القربى وينهى عن الفحشاء والمنكر والبغى يعظكم لعلكم تذكرون (النحل)

فليكتف المفكرون بما بذلوا من جهد ولايبحثوا منذ اليوم عن حلول اخرى لمشكلة الفرد والمجتمع ان عندنا "الحل الاول الذى نزل به الوحى على نبينا منذ الف وثلثمائة سنة هو الحل الاخير لمشكلة الانسانية"۔